قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

سوموار 16 مئی 2022ء | 15 شوال 1443 ہجری قمری | 16 ہجرت 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:116

فرمانِ رسول ﷺ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، بات سنو اور اطاعت کرو خواہ تمہارا امیر ایک حبشی غلام ہو۔ کیونکہ ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی میرے بعد زندہ رہا تو بہت بڑے اختلاف دیکھے گا پس تم ان نازک حالات میں میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی کرنا اور اسے پکڑ لینا۔ دانتوں سے مضبوط گرفت میں لینا۔

(ترمذی کتاب العلم باب ما جاء فی الاخذ بالسنۃ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

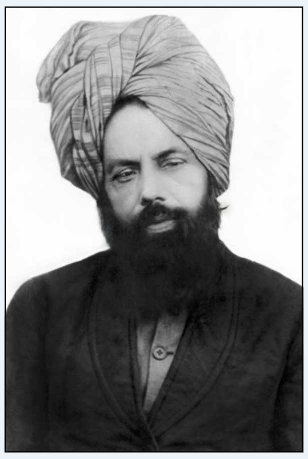

مامور کی اطاعت کا معیار

ایک مامور کی اطاعت اس طرح ہونی چاہئے کہ اگر ایک حکم کسی کو دیا جاوے تو خواہ اس کو مقابلہ پر دشمن کیسا ہی لالچ اور طمع کیوں نہ دیوے یا کیسی ہی عجز، انکساری اور خوشامد درآمد کیوں نہ کرے مگر اس حکم پر ان باتوں میں سے کسی کو بھی ترجیح نہ دینی چاہئے اور کبھی اس کی طرف التفات نہ کرنی چاہئے۔ سیرت اور خصلت اس قسم کی چاہئے کہ جس سے دوسرے آدمی پر اثر پڑے اور وہ سمجھے کہ ان لوگوں میں واقعی طور پر اطاعت کی روح ہے۔ صحابہ کرامؓ کی زندگی میں ایک بھی ایسا واقعہ نہ ملے گا کہ اگر کسی کو ایک دفعہ اشارہ بھی کیا گیا ہے تو پھر خواہ بادشاہ وقت نے ہی کتنا ہی زور کیوں نہ لگایا مگر اس نے سوائے اس اشارہ کے اور کسی کی کچھ مانی ہو۔

اطاعت پوری ہو تو ہدایت پوری ہوتی ہے۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو خوب سن لینا چاہئے اور خدا تعالےٰ سے توفیق طلب کرنی چاہئے کہ ہم سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 283-284 ایڈیشن 1988ء)

ارشادِ باری تعالیٰ

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَیَخۡشَ اللّٰہَ وَیَتَّقۡہِ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿۵۳﴾

(النور:53)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس کا تقویٰ اختیار کرے تو یہی ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

فرمان خلیفہ وقت

ہر احمدی کو، ہر اس شخص کو جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے منسوب کرتا ہے، ہر اس شخص کو جو اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے احکامات کے مطابق عبادت گزار بندہ بھی بننا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے جو دوسرے احکامات ہیں ان پر بھی عمل کرنا ہوگا۔ آج ان باتوں کو کھول کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح بیان فرمادیا ہے کہ اس میں کوئی ابہام نہیں رہا۔ آپؑ نے اپنی جماعت کو خصوصاً اور دنیا کو عموماً بڑے درد سے ایک خدا کی طرف آنے، اس کی عبادت کرنے، اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کی بارہا نصیحت فرمائی ہے۔ لیکن اگر ایک احمدی ہونے کا دعویٰ کرنے والا ان باتوں پر عمل کرنے والا نہیں ہے تو وہ کبھی بھی اس نور سے منور نہیں ہوسکتا وہ کبھی بھی اس روشنی سے حصہ نہیں لے سکتا جس کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے۔

(خطبہ جمعہ 16 ستمبر 2005ء خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 557)

اس شمارہ میں

- آپ کے وعدے کسی کل سے بندھے رہتے ہیں (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- مسجد نبوی میں افسوسناک واقعہ اور مساجد کی حرمت

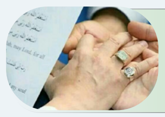

دربارِ خلافت

میٹنگز انگریزی میں منعقد کی جانی چاہئیں تا کہ سب ان سے فائدہ اٹھا سکیں

- پان افریقن ایسوسی ایشن یو کے کے ایک ممبر نے سوال کیا کہ حضور! میرا سوال ہے کہ ایک مرتبہ پھر براعظم افریقہ بے شمار جنگوں اور بغاوتوں سے چور چور ہے۔ افریقی سربراہان کے لئے پیارے حضور کی کیا نصائح ہیں؟

حضور انور نے فرمایا:۔

دنیا کا کون سا کونا ہے جو اِن چیزوں سے پاک ہے؟ صرف افریقہ ہی نہیں بلکہ ہم دنیا کی ہر جگہ دیکھتے ہیں۔ اب ہم دیکھ سکتے ہیں کہ یورپ کے حالات افریقہ سے زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ یہ حالات پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے سکتے ہیں۔ میں کئی سالوں سے بتا رہا ہوں کہ ملک اور معاشرہ کے امن کی خاطر انصاف کی ضرورت ہے اور کامل انصاف کی۔ جب تک ہماری لیڈرشپ اپنے کاموں میں اپنی عوام کے لئے سچ اور انصاف سے کام نہیں لیتی۔ ہم معاشرہ میں امن کو برقرار نہیں رکھ سکتے۔ اور یہ چیزیں چلتی رہیں گی۔ آپ جہاں بھی دیکھتے ہیں کہ راہنما اچھے ہیں، اپنی عوام سے مخلص ہیں، وہ ممالک خوشحال ہیں۔ یا کچھ حد تک ترقی کر رہے ہیں۔لیکن بدقسمتی سے افریقہ میں اور ایشیا میں بھی بہت سے ایسے ممالک ہیں اور یورپ میں بھی اب ہم دیکھتے ہیں کہ راہنما مخلص نہیں ہیں۔ پس ہم دعا کرتے ہیں اور ان راہنماؤں سے کہتے ہیں کہ وہ اخلاص اور سچائی پر قائم رہیں۔ اور اپنے خالق حقیقی کو پہچانیں۔ اور اس بات پر یقین رکھیں کہ اللہ ان کے سب اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اُس کے لئے وہ جوابدہ ہوں گے۔ اگر اس دنیا میں نہیں تو اگلے جہان میں۔تب وہ اچھے اعمال بجالائیں گے۔ پس ہمیں اُنہیں یہ احساس دلانا ہوگا کہ خدائے واحد موجود ہے۔ اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہی ایک جہان ہی ہے۔ بلکہ وہ اگلے جہان میں اپنے تمام اعمال کے لئے جوابدہ ہوں گے۔ اور جو کوئی ذمہ داری آپ کو سونپی گئی ہے اُس کے بارہ میں آپ سے پوچھا جائے گا۔ اور اگر آپ اپنی ذمہ داری کو صحیح طرح ادا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو سزا دیگا۔ پس یہ وہ واحد چیز ہے جو اُن کی اصلاح کرسکتی ہے۔ یہ بات میں ہمیشہ کرتا آرہا ہوں، جب بھی مجھے اِن لیڈروں سے بات کرنے کا موقع ملتا ہے کہ وہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ اگر ہم اس حقیقت کو سمجھ جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ ہم صرف دعا کر سکتے ہیں۔ یا یہ کوشش کر سکتے ہیں کہ تمام ممالک اور براعظم حقیقی اسلام لے آئیں۔ جیسا آپ نے تلاوت میں سنا ہے جو آپ کے سامنے کی گئی ہے۔ کہ پھر آپ ایک قوم بن جاؤ گے اور ایک دوسرے سے اخلاص سے پیش آؤ گے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرو گے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرو گے۔ یہ واحد حل ہے۔ ورنہ کسی قسم کی اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں۔

- پان افریقن ایسوسی ایشن یو کے کے ایک اور ممبر نے سوال کیا کہ میرا سوال ہے کہ ہم نے دیکھا ہے کہ ہمارے بعض PAAMA ممبران بعض جماعتی میٹنگز میں اس وجہ سے شامل نہیں ہوتے کہ وہ میٹنگ زیادہ تر اردو زبان میں کی جاتی ہیں اور وہ سمجھ نہیں سکتے۔ پھر ایسی میٹنگز میں شامل ہونے کا فائدہ ہی کیا ہے۔

حضور انور نے فرمایا:۔

دیکھو! اس کے لئے منتظمین اور عہدیداران ذمہ دار ٹھہرائے جانے چاہئیں کہ وہ اپنی میٹنگ اردو میں کیوں کرتے ہیں۔ میں نے بہت دفعہ کہا ہے ہماری میٹنگز 70 فیصد انگریزی میں ہونی چاہئیں۔ تا کہ سب سمجھ سکیں۔ اور انگریزی بولنے والوں کو بھی موقع ملنا چاہئے کہ وہ بھی ان میٹنگز میں کچھ کہہ سکیں۔ چاہے وہ تقریر یا خطاب وغیرہ ہو۔ چاہے وہ عہدیدار ہوں یا نہ ہوں۔کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر بات لوگوں کو سمجھ نہیں آتی تو میٹنگ کا 70 فیصد انگریزی میں ہونا چاہئے اور 30 فیصد حصہ اردو میں ہونا چاہئے۔ پس یہ نیشنل امیر صاحب کی ذمہ داری ہے جو کہ یہاں موجود ہیں اور آپ کے لوکل صدر ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی عاملہ کو کہیں کہ میٹنگز انگریزی میں منعقد کی جانی چاہئیں تا کہ سب ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ بہرحال، اگرچہ نہ شامل ہونے والے اُس ثواب سے محروم ہوجاتے ہیں جو ایسی مجلس میں بیٹھنے سے ملتا ہے۔ جس میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر ہو۔ اور جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی کتب کے اقتباسات پڑھے جاتے ہوں۔لیکن، اس کے علاوہ، یہ عہدیداران کی غلطی ہے۔ پروگرام کا کم از کم 70 فیصد انگریزی میں ہونا چاہئے۔ پس آپ میرا یہ پیغام اپنے صدر جماعت تک پہنچا سکتے ہیں۔

(This week with Huzoor نشر شدہ 3 مارچ 2022ء مطبوعہ الفضل آن لائن 22 مارچ 2022ء)

آپ کے وعدے کسی کل سے بندھے رہتے ہیں

آپ کے وعدے کسی کل سے بندھے رہتے ہیں
چاہنے والے اسی پل سے بندھے رہتے ہیں

تنگ آ جاتی ہیں پلو سے لگی گرہیں بھی
کیسے رشتے ہیں جو ململ سے بندھے رہتے ہیں

صبح کی شبنمی پلکوں کو مسلتے ہوئے ہاتھ
اک نئے خواب کی کونپل سے بندھے رہتے ہیں

کھٹی میٹھی سی کوئی بات لبوں میں لے کر
منہ کو ڈھانپے ہوئے آنچل سے بندھے رہتے ہیں

صرف میرے ہی بیاباں پہ پڑی اوس نہیں
اشک دریا کے بھی بادل سے بندھے رہتے ہیں

شام کی زلفیں بکھرنے سے عیاں ہوتا ہے
کتنے جگنو ہیں جو کاجل سے بندھے رہتے ہیں

زندگی سونے کی مہلت نہیں دیتی ہے دیاؔ
خواب تعبیر کے آنچل سے بندھے رہتے ہیں

دیا جیم۔ فجی

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 13/ مئی 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

بعض کم علم آجکل بھی یہ سوال اُٹھاتے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ پر دراصل یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ صحیح تھے اِس بارہ میں اور حضرت ابوبکرؓ نے نعوذ باللہ! انصاف سے کام نہیں لیا اور غلط رنگ میں حضرت خالدؓ بن ولید کی حمایت کی ہے حالانکہ ساری تفصیلات دیکھنے، سارا جائزہ لینے کے بعد آپؓ نے یہ فیصلہ کیا اور اِس سارے الزام (قتل مالک بن نُوَیرہ) سے حضرت خالدؓ کو بَری فرمایا

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دَور میں جو فتنے تھے اُن کے خلاف ہونے والی مہمات کے تذکرہ کے تسلسل میں حضرت خالدؓ بن ولید کی بطرف بُطاح پیش قدمی کی تفصیل کے ضمن میں ارشاد فرمایا۔

مالک بن نُوَیرہ کا تعلق بنوتمیم کی ایک شاخ بنویَربُوع سے تھا

اُس نے 9 ہجری میں مدینہ آ کر اسلام قبول کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اپنے قبیلہ کے عامل زکوٰۃ کے عہدہ پر مقرر کیا تھا لیکن جب آپؐ کی وفات ہوئی اور عرب میں ارتداد و بغاوت کی لہر اُٹھی تو وہ بھی مرتد ہونے والوں میں سے ایک تھا۔ جب آپؐ کی وفات کی خبر اُسے پہنچی تو اُس نے خوشی اور مسرت کا جشن منایا اور اپنے قبیلہ کے اُن مسلمانوں کو قتل کیا جو فرضیتِ زکوٰۃ کے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ اُسے مسلمانوں کے مرکز یعنی مدینہ میں بھجوانے کے بھی قائل تھے۔ بایں ہمہ جھوٹی مدعی نبوت باغیہ سجاح کے ساتھ شامل ہوگیا جو کہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہونے کی خواہاں تھی۔

عرب کی عالم عیسائی کاہنہ اُمّ صادر سجاح بنت حارث کا تعارف

اِن چند مدعیانِ نبوت باغی قبائلی سرداروں میں سے تھی جو عرب میں ارتداد سے تھوڑی مدت پہلے یا اُس کے دوران نمودار ہوئے تھے نیز قبیلہ بنو تمیم سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ اِس ارادہ سے بڑھی چلی آ رہی تھی کہ ہمراہ اپنے عظیم الشان لشکر اچانک بنوتمیم پہنچ جائے گی، بذریعہ اعلانِ نبوت اپنے پر ایمان لانے کی دعوت دے گی، سارا قبیلہ بالاتفاق اُس کے ساتھ ہو جائے گا اور عُیَینَہ کی طرح بنوتمیم بھی اُس کے متعلق یہ کہنا شروع کر دیں گے کہ بنویَربُوع کی نبیّہ قریش کے نبی سے بہتر ہے کیونکہ محمدؐ وفات پا گئے ہیں اور سجاح زندہ ہے۔

سجاح اور مالک بن نُوَیرہ کا آپس میں باہمی رابطہ و مشاورت

سجاح اپنے لشکر کے ہمراہ جب بنویَربُوع کی حدود پر پہنچ کر ٹھہر گئی نیز سردارِ قبیلہ مالک بن نُوَیرہ کو بلا کر بغرضِ مصالحت اور مدینہ پر حملہ آور ہونے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی، مالک نے دعوتِ صلح تو قبول کر لی لیکن اُس نے مدینہ کی چڑھائی کے ارداہ سے باز رہنے کا مشورہ دیا اور کہا! مدینہ پہنچ کر ابوبکر کی فوجوں سے مقابلہ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنے قبیلہ کے مخالف عنصر کا صفایا کر دیا جائے۔

سجاح کی بنویَربُوع کے دیگر سرداروں کو بھی مصالحتی دعوت

لیکن وکیع کے سواء کسی نے یہ دعوت قبول نہ کی، اِس پر اُس نے مالک، وکیع اور اپنے لشکر کے ہمراہ دوسرے سرداروں پر دھاوا بول دیا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں جانبین کے کثیر تعداد آدمی قتل ہوئے اور ہم قبیلہ لوگوں نے ایک دوسرے کو گرفتار کر لیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد مالک اور وکیع کو اِس عورت کی اتباع کرنے کی اپنی سخت غلطی کا احساس ہوا تو اُنہوں نے دوسرے سرداروں سے مصالحت کر لی اور ایک دوسرے کے قیدی واپس کر دیئے۔

مقصد میں ناکامی پر سجاح کا بنوتمیم سے بجانب مدینہ کُوچ

وہاں پہنچ کر اَوس بن خُزیمہ سے اُس کی مڈبھیڑ ہوئی اور جس میں اُسے شکست ہوئی۔ اَوس نے اِس طرح پر سجاح کو واپس جانے دیا! اِس امر کا پختہ ارادہ کرے کہ وہ مدینہ کی جانب پیش قدمی نہیں کرے گی۔

سجاح کا سردارانِ لشکر کو آئندہ اقدام کے بارہ میں جواب

اگر مدینہ جانے کی راہ مسدود ہوگئی ہے تو بھی فکر کی کوئی بات نہیں۔ عَلَیۡکُمۡ بِالۡیَمَامَةِ وَ دُفُّوۡا دَفِیۡفَ الۡحَمَامَةِ فَاِنَّهَا غَزۡوَةٌ صَرَّامَةٌ لَا یَلۡحَقُکُمۡ بَعۡدَهَا مَلَامَةٌ؛ یمامہ چلو، کبوتر کی طرح تیزی سے اُن پر جھپٹو، وہاں ایک زبردست جنگ پیش آئے گی جس کے بعد پھر کبھی تمہیں ندامت نہ اُٹھانی پڑے گی۔

سجاح جب اپنے لشکر کے ہمراہ یمامہ پہنچی تو مُسَیْلِمہ کو بڑا فکر پیدا ہوا

اُس نے سوچا اگر وہ سجاح کی افواج سے جنگ میں مشغول ہوگیا تو اُس کی طاقت کمزور ہو جائے گی، اسلامی لشکر اُس پر دھاوا بول دے گا اور اردگرد کے قبائل بھی اُس کی اطاعت کا دَم بھرنے سے انکار کر دیں گے یہ سوچ کر اُس نے سجاح سے مصالحت کرنے کی ٹھانی۔

مُسَیْلِمہ کی بنوحنیفہ کے چالیس آدمیوں کے ہمراہ سجاح کی باریابی

خلوت کی اِس گفتگو میں سجاح کو پوری طرح اپنے قبضہ میں لینے اور ہمنوا بنانے کے لئے اُس نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم دونوں اپنی نبوتوں کو یکجا کر لیں اور باہم رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو جائیں، سجاح نے یہ مشورہ قبول کر لیا، تین روز اُس کے کیمپ میں رہنے کے بعد یہ اپنے لشکر میں واپس آئی اور ساتھیوں سے ذکر کیا کہ اِس نے مُسَیْلِمہ کو حق پر پایا ہے اِس لئے اُس سے شادی کر لی ہے۔

لوگوں کا سجاح سے تقررِ مہر کی بابت دریافت کرنا اور مشورہ دینا

آپ واپس جائیں اور مہر مقرر کر کے آئیں کیونکہ آپ جیسی شخصیت کے لئے بغیر مہر کے شادی کرنا زیبا نہیں چنانچہ وہ اُس کے پاس واپس گئی اور مقصدِ آمد کی آگاہی پر مُسَیْلِمہ نے اُس کی خاطر عشاء اور فجر کی نمازوں میں تخفیف کر دی۔ اِسی طرح یہ تصفیہ ہوا کہ وہ یمامہ کی زمینوں کے لگان کی نصف آمد سجاح کو بھیجے گا۔ بعد ازاں وہ بدستور بنو تغلب میں مقیم رہی، توبہ کر لی اور اسلام قبول کر لیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو حکم دیا تھا

طُلَیحہ الاسدی کے معاملہ سے فارغ ہو کر آپؓ مالک بن نُوَیرہ کے مقابلہ کے لئے جائیں جو بُطاح میں ٹھہرا ہوا تھا، جب بُطاح آئے تو وہاں کسی کو بھی نہیں پایا تو آپؓ نے مختلف فوجی دستے اِدھر اُدھر روانہ کئے اور اُن کو ہدایت کی کہ جہاں پہنچیں وہاں پہلے اسلام کی دعوت دیں جو اِس کا جواب نہ دے اُسے گرفتار کر لائیں اور جو مقابلہ کرے اُسے قتل کر دیں۔ اُنہی دستوں میں سے ایک دستہ مالک بن نُوَیرہ کو جس کے ساتھ بنوثعلبہ بن یَربُوع کے چند آدمی بھی تھے گرفتار کر کے لایا۔

قتل مالک بن نُوَیرہ کے متعلق دو طرح کی روایتیں ملنے کا تذکرہ

بمطابق ایک روایت اُس رات شدید سردی تھی، جب سردی مزید بڑھنے لگی تو حضرت خالدؓ نے منادی کا حکم دیا! اَدۡفِئُوۡا اَسۡرٰکُمۡ؛ اپنے قیدیوں کو گرم کر و لیکن بنوکِنانہ کے محاورہ میں اِس لفظ کے معنی یہ تھے کہ قتل کرو، سپاہیوں نے اِس لفظ کا مفہوم باعتبار مقامی محاورہ سمجھتے ہوئے اِن سب کو قتل کر ڈالا۔ بمطابق دوسری روایت حضرت خالدؓ نے مالک بن نُوَیرہ کو اپنے پاس بُلوایا، سجاح کا ساتھ دینے اور زکوٰۃ روکنے کے بارہ میں اُس کو تنبیہ فرمائی اور اُسے کہا! کیا تم نہیں جانتے، زکوٰۃ نماز کی ساتھی ہے؟ اُس نے کہا! تمہارے صاحب کا یہی خیال تھا یعنی رسول اللہ کی بجائے صاحب یا ساتھی کہہ کر پکارا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا! کیا وہ ہمارے صاحب ہیں، تمہارے صاحب نہیں؟ پھر آپؓ نے حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُس کی گردن اُڑانے کا حکم دیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے مالک بن نُوَیرہ کا خون بہا ادا کر دیا

حضرت ابو قتادہؓ نے اِس قتل پر ناگواری کا اظہار کیا اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچ کر اِس کی شکایت کی۔ آپؓ نے خط لکھ کر حضرت خالدؓ بن ولید کو آنے کا کہا، وہ آئے اور اُنہوں نے اِس واقعہ کی پوری تفصیل بیان کی اور معذرت چاہی، آپؓ نے اُن کی معذرت قبول کی۔

شرح مسلم میں امام نووی رحمہ اللہ کا فرمان

حضرت ابوبکرؓ نے مالک بن نُوَیرہ کے بارہ میں پوری تحقیق کی اور اِس نتیجہ پر پہنچے کہ خالدؓ بن ولید اُس کے قتل کے اِتہام میں بَری ہیں، آپؓ اِس سلسلہ میں حقائقِ امور سے دوسروں کی بہ نسبت بطورِ خلیفہ زیادہ واقف اور گہری نظر رکھتے تھے نیز آپؓ کا ایمان بھی سب پر بھاری تھا، خالدؓ کے ساتھ تعامل میں آپؓ رسول اللہؐ کی پیروی کر رہے تھے۔

حضرت خالدؓ بن ولید کے متعلق ایک اور اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے

آپؓ نے دورانِ جنگ اہلیہ مقتول اُمّ تمیم لیلیٰ بنت منہال سے شادی کی نیز عدت گزرنے کا بھی انتظار نہیں کیا۔ حضور انور ایدہ اللہ نے اِس اعتراض کے جواب میں بحوالہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ بیان فرمایا! دراصل یہ قصہ ہی من گھڑت ہے۔۔۔ مالک بن نُوَیرہ نے اِس عورت کو ایک عرصہ سے طلاق دے رکھی تھی اور اِس جاہلیت کی پائیداری میں اُسے یوں ہی گھر میں ڈال رکھا تھا، اِسی رسم جاہلیت کے توڑنے پر یہ آیتِ قرآنیہ نازل ہوئی وَاِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعۡضُلُوۡهُنَّ (البقرۃ:233) جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور اِن کی عدت پوری ہو جائے تو اُنہیں روکے نہ رکھو۔

بغرضِ قتال بنوحنیفہ حضرت خالدؓ بن ولید کی بطرف یمامہ روانگی

حضرت ابوبکرؓ نے آپؓ کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ قبیلہ اسد، غطفان اور مالک بن نُوَیرہ وغیرہ سے فارغ ہو کر یمامہ کا رُخ کریں اور اِس کی بڑی تاکید کر رکھی تھی۔ بروایت شریکؓ بن عَبَدہ اِس حوالہ سے مختصر تفصیلات پیش کرنے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے خطبہ کے آخر پر عندیہ دیا کہ جنگِ یمامہ کی تفصیل اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ! آئندہ بیان ہو گی۔

(قمر احمد ظفر۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن جرمنی)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 22؍ اپریل 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

''حقیقی تقویٰ کے ساتھ جاہلیت جمع نہیں ہوسکتی۔ حقیقی تقویٰ اپنے ساتھ ایک نور رکھتی ہے''

رمضان المبارک کی مناسبت سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاداتِ مبارکہ کی روشنی میں جماعت کو خالص تقویٰ کے حصول کی نصیحت

''اسلام کا کمال تو تقویٰ ہے جس سے ولایت ملتی ہے، جس سے فرشتے کلام کرتے ہیں، خدا تعالیٰ بشارتیں دیتا ہے''

''حقیقی تقویٰ کے ساتھ جاہلیت جمع نہیں ہوسکتی۔ حقیقی تقویٰ اپنے ساتھ ایک نور رکھتی ہے''

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

آج کل ہم رمضان کے مہینے سے گزر رہے ہیں اور تقریباً دو عشرے ختم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر مومن اس مہینے میں یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اس مہینے کے فیض سے حصہ لے۔ اللہ تعالیٰ نے روزوں کی فرضیت کے حکم میں شروع میں ہی روزے کا یہ مقصد بیان فرمایا ہے کہ

روزے تم پر اس لیے فرض کیے گئے ہیں تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

پس روزوں اور رمضان کے فیض سے ہم تبھی حصہ پاسکیں گے جب ہم روزوں کے ساتھ اپنے تقویٰ کے معیار بھی بلند کرنے والے ہوں گے۔ ہر قسم کی برائیوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی کوشش کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے۔ (صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ حدیث ۷۴۹۲) کیا صرف نام کا روزہ رکھنا ہی ہمارے لیے کافی ہے؟ سحری اور افطاری کرنا ہی کافی ہے؟ کیا ہمارا اتنا کام ہی ہمیں روزے کی ڈھال کے پیچھے لے آئے گا کہ ہم نے سحری اور افطاری کر لی؟ نہیں بلکہ اس کے لوازمات کو بھی دیکھنا ہو گا اور بنیادی مقصد جو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے جیسا کہ میں نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (البقرہ:184) تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ پس اگر ہم نے اپنے روزوں کو، اپنے رمضان کو وہ روزے اور رمضان بنانا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے ہو، جس کا اجر خود اللہ تعالیٰ بنتا ہو تو ہمیں پھر اسے اس معیار پر لانا ہو گا جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے اور جس کے لیے روزے فرض کیے گئے ہیں اور وہ جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔

ہم اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں، مسلمان کہتے ہیں، یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے، آپؐ پر اپنے ایمان کو کامل کرتے ہوئے اس بات کو بھی ماناہے کہ آپؐ کی پیشگوئی کے مطابق جس مسیح و مہدی نے آنا تھا وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے وجود میں آ چکا ہے اور اب دین اسلام کی نشأتِ ثانیہ کا کام اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق اس مسیح و مہدی کے ہاتھ سے ہی ہونا ہے۔ پس

ہمارا فرض ہے کہ اپنے اندر اسلام کی حقیقی روح کو قائم رکھنے کے لیے مسیح موعود علیہ السلام سے ہی راہنمائی لیں۔

چنانچہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ تقویٰ کے متعلق آپؑ کیا ارشاد فرماتے ہیں تو اس مضمون سے بھی ہمیں آگاہی ہوتی ہے کہ تقویٰ کیا ہے؟ جیسا کہ میں نے کہا کہ ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور ہم ایمان لانے والوں میں شامل ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں تو پھر سنو کہ ایمان کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے اور پھر فرمایا کہ

تقویٰ کیا ہے؟

پھر اس کا جواب یہ ہے کہ ہر قسم کی بدی سے اپنے آپ کو بچانا۔ اب اگر ہم جائزہ لیں تو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ہمیں اپنے جائزہ سے ہی پتہ چل جائے گا کہ کیا ہم تقویٰ کا حق ادا کرتے ہوئے حقوق اللہ کی ادائیگی کر رہے ہیں۔ کیا ہم تقویٰ پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حق ادا کر رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ بات کہ تقویٰ کیا ہے اس وقت تک پتہ نہیں چل سکتی جب تک ان باتوں کا مکمل علم نہ ہو۔ علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ بغیر علم کے کوئی چیز حاصل ہی نہیں ہوسکتی، اس کو آدمی پا ہی نہیں سکتا۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ علم حاصل کرنے کے لیے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے حق ہیں؟ کیا بندوں کے حق ہیں؟ کن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے؟ کن باتوں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کے لیے بار بار قرآن شریف کو پڑھو۔ فرمایا اور تمہیں چاہیے کہ جب قرآن شریف پڑھ رہے ہو تو بُرے کاموں کی تفصیل لکھتے جاؤ اور پھر خدا تعالیٰ کے فضل اور تائید سے کوشش کرو کہ ان بدیوں سے بچتے رہو۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ تقویٰ کا پہلا مرحلہ ہو گا۔

پس اس رمضان میں ہم قرآن شریف بھی پڑھ رہے ہیں اور عموماً قرآن کریم پڑھنے کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہے تو اس سوچ سے پڑھنا چاہیے کہ اس کے اوامر و نواہی پر ہم نے غور کرنا ہے اور بُرے کاموں سے رکنا ہے اور اچھے کاموں کو ادا کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ آپؑ نے فرمایا قرآن شریف میں اوّل سے آخر تک اوامر و نواہی اور احکام الٰہی کی تفصیل موجود ہے۔ پس ہمیں ان چیزوں کو دیکھنا ہو گا، ان پر غور کرنا اور ان پر عمل کرنا ہو گا اور یہی ایک مومن کی نشانی ہے۔ آپؑ نے اس بات کو بڑے زور سے بیان فرمایا کہ

جب تک انسان متقی نہیں بنتا اس کی عبادات اور دعاؤں میں قبولیت کا رنگ پیدا نہیں ہوتا

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے، جیسا کہ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔ (المائدہ:28) یعنی بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں کی ہی عبادت کو قبول فرماتا ہے۔ فرمایا یہ سچی بات ہے کہ نماز روزہ بھی متقیوں کا ہی قبول ہوتا ہے۔ پھر اس کا جواب دیا کہ عبادات کی قبولیت کیا ہے؟ اور اس سے مراد کیا ہے؟ قبولیت کیا چیز ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ نماز قبول ہوگئی ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ نماز کے اثرات اور برکات نماز پڑھنے والے میں پیدا ہو گئے ہیں۔ جب تک وہ برکات اور اثرات پیدا نہ ہوں، فرمایا اس وقت تک نری ٹکریں ہی ہیں۔ پس ہمیں دیکھنا ہو گا کہ کیا ہمارا رمضان، ہمارے روزے ہمیں اس معیار پر لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا کہ عیبوں اور برائیوں میں اگر مبتلا کا مبتلا ہی رہا تو تم ہی بتاؤ کہ اس نماز نے اس کو کیا فائدہ پہنچایا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ نماز کے ساتھ اس کی برائیاں اور بدیاں جن میں وہ مبتلا تھا کم ہو جاتیں اور نماز اس کے لیے ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ فرمایا پس پہلی منزل اور مشکل اس

انسان کے لیے جو مومن بننا چاہتا ہے یہی ہے کہ بُرے کاموں سے پرہیز کرے اور اس کا نام تقویٰ ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 8 صفحہ 374 تا 377 ایڈیشن 1984ء)

پس ہماری عبادتوں، ہمارے روزوں، ہمارے قرآن کریم پڑھنے نے اگر ہم میں عملی تبدیلیاں پیدا نہیں کیں اور تقویٰ جس کا حصول روزوں کا مقصود ہے وہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تو ہم نے اپنے روزوں کے مقصد کو پورا نہیں کیا۔

ہم نے اس ڈھال کے متعلق باتیں تو کی ہیں جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے لیکن ہم نے اس ڈھال کے استعمال کا طریق سیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ ہم نے سحری اور افطاری کا اہتمام تو کیا لیکن ہم نے سحری اور افطاری کھانے کے مقصد کو پورا نہیں کیا۔ ہم نے سارا دن بغیر کھائے پیے گزار تو دیا لیکن ہم نے اس فاقے کے مقصد کو پورا نہیں کیا۔ پس ہمیں یہ جائزے لینا ہوں گے کہ جو مقصد تقویٰ سے پورا ہوتا ہے اور جو تقویٰ ہم میں پیدا ہونا چاہیے تھا وہ ہوا کہ نہیں ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اَور اقتباسات بھی مَیں تقویٰ کے بارے میں پیش کرتا ہوں جن سے ہماری راہنمائی ہوتی ہے کہ

اصل تقویٰ کیا ہے اور کس قسم کا تقویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں؟

اس بارے میں ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ ”اصل تقویٰ جس سے انسان دھویا جاتا ہے اور صاف ہوتا ہے اور جس کے لئے انبیاء آتے ہیں وہ دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ کوئی ہوگا جو قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا (الشمس:10) کا مصداق ہوگا۔“ یعنی جس نے اس کو پاک کیا وہ اپنا مقصد پا گیا۔ فرمایا: کوئی ہوگا جو قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا کا مصداق ہوگا۔ ”پاکیزگی اور طہارت عمدہ شے ہے۔ انسان پاک اور مطہر ہو تو فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ لوگوں میں اس کی قدر نہیں ہے ورنہ ان کی لذات کی ہر ایک شے حلال ذرائع سے ان کو ملے۔ چور چوری کرتا ہے کہ مال ملے لیکن اگر وہ صبر کرے تو خدا تعالیٰ اسے اَور راہ سے مالدار کر دے“ گا اور یہ چوری صرف ظاہری چوری نہیں ہے۔ بعض کاروباری لوگ بھی جو اپنی غلط قسم کی چیزیں بیچتے ہیں وہ بھی اسی زمرے میں آ جاتی ہیں۔ ”اسی طرح زانی زنا کرتا ہے اگر صبر کرے تو خدا تعالیٰ اس کی خواہش کو اَور راہ سے پوری کر دے جس میں اس کی رضا حاصل ہو۔ حدیث میں ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا اور کوئی زانی زنا نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا۔“ یعنی کہ ایمان جب دل سے نکل جاتا ہے تو اسی وقت پھر انسان سے اس قسم کی حرکتیں ہوتی ہیں۔ فرمایا کہ ”جیسے بکری کے سر پر شیر کھڑا ہو تو وہ گھاس بھی نہیں کھا سکتی تو بکری جتنا ایمان بھی لوگوں کا نہیں ہے۔“ گناہوں اور برائیوں کو جب انسان کرتا ہے تو اس وقت یہ احساس ہونا چاہیے کہ خدا تعالیٰ ہمیں ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ فرمایا کہ ”اصل جڑ اور مقصود تقویٰ ہے۔ جسے وہ عطا ہو تو سب کچھ پا سکتا ہے بغیر اس کے ممکن نہیں ہے کہ انسان صغائر اور کبائر سے بچ سکے۔“ چھوٹے گناہوں اور بڑے گناہوں سے بچے۔ ”انسانی حکومتوں کے احکام گناہوں سے نہیں بچا سکتے حکام ساتھ ساتھ تو نہیں پھرتے کہ ان کو خوف رہے۔ انسان اپنے آپ کو اکیلا خیال کر کے گناہ کرتا ہے ورنہ وہ کبھی نہ کرے اور جب وہ اپنے آپ کو اکیلا سمجھتا ہے اس وقت وہ دہریہ ہوتا ہے۔“ ایمان اس کے اندر کوئی نہیں ہوتا۔ خدا اس کے دل سے نکل چکا ہوتا ہے۔ وہ اس وقت دہریہ ہو جاتا ہے ”اور یہ خیال نہیں کرتا کہ میرا خدا میرے ساتھ ہے وہ مجھے دیکھتا ہے ورنہ اگر وہ یہ سمجھتا“ کہ خدا دیکھ رہا ہے ”تو کبھی گناہ نہ کرتا۔ تقویٰ سے سب شے ہے۔ قرآن نے ابتدا اسی سے کی ہے۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ (الفاتحۃ:5) سے مراد بھی تقویٰ ہے کہ انسان اگرچہ عمل کرتا ہے مگر خوف سے جرأت نہیں کرتا کہ اسے اپنی طرف منسوب کرے اور اسے خدا کی استعانت سے خیال کرتا ہے اور پھر اسی سے آئندہ کے لئے استعانت طلب کرتا ہے۔“ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہے۔ اگر نیکی کی بھی تو یہ نہیں کہ میرا کوئی کمال ہے میرا دل نیک ہے یا میں بہت اعلیٰ نیکی کے معیار پر پہنچ گیا ہوں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے مجھے اس نیکی کی نماز پڑھنے کی توفیق دی، دعا کرنے کی توفیق دی۔ ”پھر دوسری صورت بھی ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ (البقرہ:3) سے شروع ہوتی ہے۔

نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ سب اسی وقت قبول ہوتا ہے جب انسان متقی ہو۔

اس وقت خدا تمام داعی گناہ کے اٹھا دیتا ہے۔“ یعنی گناہ کی طرف بلانے والی تمام چیزیں جو ہیں اگر تقویٰ ہو تو ان کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے۔ ”بیوی کی ضرورت ہو تو بیوی دیتا ہے، دوا کی ضرورت ہو تو دوا دیتا ہے۔ جس شے کی حاجت ہو وہ دیتا ہے اور ایسے مقام سے روزی دیتا ہے کہ اسے خبر نہیں ہوتی۔“ فرمایا کہ ”ایک اَور آیت قرآن شریف میں ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا (حٰم السجدہ:31)۔ اس سے بھی مراد متقی ہیں۔ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا۔ یعنی ان پر زلزلے آئے، ابتلا آئے، آندھیاں چلیں مگر ایک عہد جو اس سے کر چکے اس سے نہ پھرے۔“ وفا کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھا۔ ایمان ایک دفعہ لے آئے تو ایمان پر مضبوط ہوتے چلے گئے۔ یہ نہیں کہ ذرا ذرا سی بات پر ایمان ہلنے لگ جائے، متزلزل ہو جائے۔

”پھر آگے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انہوں نے ایسا کیا اور صدق اور وفا دکھلائی تو اس کا اجر یہ ملا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یعنی ان پر فرشتے اترے اور کہا کہ خوف اور حزن مت کرو۔ تمہارا خدا متولی ہے۔ وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ۔ (حٰم السجدہ:31) اور بشارت دی کہ تم خوش ہو اس جنت سے اور اس جنت سے یہاں مراد دنیا کی جنت ہے۔“ جیسے قرآن مجید میں ہے۔ وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن:47)۔ پھر آگے ہے نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ (حٰم السجدہ:32) دنیا اور آخرت میں ہم تمہارے ولی اور متکفل ہیں۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 251 تا 253 ایڈیشن 1984ء)

پس کیا خوش قسمت ہیں جن کا اللہ تعالیٰ ولی ہو جائے اور متکفل ہو جائے، جو اپنا ہر کام خدا کی رضا کے حصول کے لیے کرنے والے ہوں۔

پھر اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ

مومن اور کافر کی کامیابی میں کیا فرق ہوتا ہے،

مومن کس طرح اپنی کامیابی کو دیکھتا ہے اور کافر کس طرح دیکھتا ہے۔ فرمایا کہ اس اصول کو ہمیشہ مدنظر رکھو کہ مومن کا کام یہ ہے کہ وہ کسی کامیابی پر جو اسے دی جاتی ہے شرمندہ ہوتا ہے۔ شرمندہ کیوں ہوتا ہے؟ یہ اظہار ہوتا ہے اس سے کہ میں تو اس قابل نہیں تھا اللہ تعالیٰ کے فضل نے یہ سب کچھ دے دیا۔ جو بھی عطا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہوئی ہے نہ کہ میری کسی خوبی کی وجہ سے، میرے کسی علم کی وجہ سے، میری عقل کی وجہ سے، میری دولت کی وجہ سے یا میری جسمانی حالت کی وجہ سے۔ نہیں بلکہ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور جب یہ احساس ہوتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کی حمد کرتا ہے کہ اس نے اپنا فضل کیا اور اس طرح پر وہ قدم آگے آگے رکھتا ہے اور ہر ابتلا میں ثابت قدم رہ کر ایمان پاتا ہے۔ فرمایا کہ یاد رکھو کہ کافر کی کامیابی ضلالت کی راہ ہے اور مومن کی کامیابی سے اس کے لیے نعمتوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ کافر کیونکہ ہر چیز اپنے پر فخر کرتا ہے اور اس کا کریڈٹ اپنے اوپر لیتا ہے تو وہ گمراہی میں گرتا چلا جاتا ہے لیکن مومن، حقیقی مومن جب اللہ تعالیٰ کے فضل کی طرف ہر چیز منسوب کرتا ہے تو پھر اس کے اوپر نعمتوں کا دروازہ کھلتا چلا جاتا ہے۔ فرمایا کہ کافر کی کامیابی اس لیے ضلالت کی طرف لے جاتی ہے کہ وہ خدا کی طرف رجوع نہیں کرتا بلکہ اپنی محنت، دانش اور قابلیت کو خدا بنا لیتا ہے مگر مومن خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے خدا سے ایک نیا تعارف پیدا کرتا ہے اور اس طرح پر ہر ایک کامیابی کے بعد اس کا خدا سے ایک نیا معاملہ شروع ہو جاتا ہے اور اس میں تبدیلی ہونے لگتی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا (النحل:129) خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی ہوتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہیے قرآن شریف میں تقویٰ کا لفظ بہت مرتبہ آیا ہے (سو سے زیادہ دفعہ آیا ہے۔) اس کے معنی پہلے لفظ سے کیے جاتے ہیں۔ یہاں مَعَ کا لفظ آیا ہے یعنی جو خدا کو مقدم سمجھتا ہے خدا اس کو مقدم رکھتا ہے اور دنیا میں ہر قسم کی ذلتوں سے بچا لیتا ہے۔ فرمایا کہ میرا ایمان یہی ہے کہ اگر انسان دنیا میں ہر قسم کی ذلت

اور سختی سے بچنا چاہے تو اس کے لیے ایک ہی راہ ہے کہ متقی بن جائے پھر اس کو کسی چیز کی کمی نہیں۔ پس مومن کی کامیابی اس کو آگے لے جاتی ہے اور وہ وہیں پر نہیں ٹھہر جاتا۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 156-155 ایڈیشن 1984ء)

فرمایا ’’تقویٰ کا اثر اسی دنیا میں متقی پر شروع ہو جاتا ہے۔ یہ صرف ادھار نہیں نقد ہے۔ بلکہ

جس طرح زہر کا اثر اور تریاق کا اثر فوراً بدن پر ہوتا ہے اسی طرح تقویٰ کا اثر بھی ہوتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 324 ایڈیشن 1984ء)

پس اگر نیک کام کرنے، عبادات کرنے، نیکیاں بجالانے کے باوجود انسان کی حالت پر اثر نہیں پڑ رہا تو پھر قابل فکر بات ہے۔ بہت سارے لوگ کچھ سوال بھی لکھتے ہیں، بھیجتے ہیں کہ کس طرح پتا لگے۔ تو پتا اسی طرح لگے گا کہ اگر نیکیوں کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہو رہی ہے، اللہ کی طرف توجہ زیادہ پیدا ہو رہی ہے تو پھر وہ کام انسان اللہ تعالیٰ کی خاطر کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال رہا ہے۔

تقویٰ کی راہوں کی نشاندہی

کرتے ہوئے، اس طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’انسان کی تمام روحانی خوبصورتی تقویٰ کی تمام باریک راہوں پر قدم مارنا ہے۔ تقویٰ کی باریک راہیں روحانی خوبصورتی کے لطیف نقوش اور خوشنما خط و خال ہیں۔‘‘ تقویٰ کی باریک راہیں کیا ہیں کہ روحانی طور پر اس میں ایک خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔ ’’اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی امانتوں اور ایمانی عہدوں کی حتی الوسع رعایت کرنا اور سر سے پیر تک جتنے قویٰ اور اعضاء ہیں جن میں ظاہری طور پر آنکھیں اور کان اور ہاتھ اور پیر اور دوسرے اعضاء ہیں اور باطنی طور پر دل اور دوسری قوتیں اور اخلاق ہیں ان کو جہاں تک طاقت ہو ٹھیک ٹھیک محل ضرورت پر استعمال کرنا اور ناجائز مواضع سے روکنا اور ان کے پوشیدہ حملوں سے متنبہ رہنا اور اسی کے مقابل پر حقوق عباد کا بھی۔‘‘ یہ چیزیں جو ہیں ایمانی عہد ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہم نے کیے ہیں کہ اپنی آنکھ کو بھی صحیح جگہ استعمال کرنا ہے۔ بدنظری سے بچانا ہے۔ غلط کاموں سے بچانا ہے۔ کانوں کو بھی غلط باتیں سننے سے بچانا ہے۔ ہاتھ اور پیر سے بھی نیک عمل کرنے ہیں۔ دل کے اندر جو گندے خیالات ہیں ان کو بھی نکالنا ہے اور اس کے لیے

زیادہ سے زیادہ استغفار بھی کرنی چاہیے۔

دوسری قوتیں ہیں ان سے بھی کام لینا ہے۔ اپنے اخلاق کو اعلیٰ معیار تک پہنچانا ہے۔ یہ عہد ہیں ایمانی عہد جو اللہ تعالیٰ سے انسان کرتا ہے۔ فرمایا کہ تم نے ان کو پورا کرنا ہے اور اس کے مقابلے پر فرمایا کہ حقوق العباد کا بھی لحاظ رکھنا ہے۔ بندوں کے جو حقوق ہیں ان کا بھی خیال رکھنا ہے۔ وہ چیزیں تو تمہارے اپنے لیے ہوگئیں اب بندوں کے حق بھی ادا کرنے ہیں اور اگر یہ حق ادا ہوں گے تو فرمایا ’’یہ وہ طریق ہے جو انسان کی تمام روحانی خوبصورتی اس سے وابستہ ہے۔‘‘ اللہ کے حق ادا ہو گئے، بندوں کے حق ادا ہو گئے تو روحانی خوبصورتی انسان میں پیدا ہو جاتی ہے ’’اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا ہے۔ چنانچہ لِبَاسُ التَّقْوٰی قرآن شریف کا لفظ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے یعنی ان کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تا بمقدور کاربند ہو جائے۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 210-209)

عبادات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے جو حکم ہیں، اپنی ذات کو صحیح کرنے کے بارے میں، لوگوں کے حق ادا کرنے کے بارے میں ان کی باریکیوں میں جا کر اُن کو ادا کرنے کی کوشش کرو۔ پس جب تک انسان حقوق اللہ اور حقوق العباد کے باریک در باریک پہلوؤں پر عمل کرنے کی کوشش نہ کرے اس وقت تک آپؑ نے فرمایا کہ تقویٰ کا معیار حاصل نہیں ہوتا۔ پس

یہ بہت اہم نکتہ ہے جسے ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ صرف عبادتیں اگر اس کے ساتھ بندوں کے حقوق کی ادائیگی نہیں تو کچھ فائدہ نہیں دیتیں اور صرف مخلوق کے بعض حق ادا کر دینا اور خدا تعالیٰ کو بھول جانا جس طرح لوگ کہتے ہیں ہم بندوں کے حق ادا کر رہے ہیں یہ بھی تقویٰ پر چلنے والے نہیں بنا سکتے۔ ایک حقیقی مومن کے لیے دونوں حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

پھر بدعات کے پھیلنے اور تقویٰ سے دوری کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ ’’ہزارہا قسم کی بدعات ہر فرقہ اور گروہ میں اپنے رنگ کی پیدا ہو چکی ہیں۔ تقویٰ اور طہارت جو اسلام کا اصل منشاء اور مقصود تھا جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطرناک مصائب برداشت کیں جن کو بجز نبوت کے دل کے کوئی دوسرا برداشت نہیں کرسکتا وہ آج مفقود و معدوم ہو گیا ہے۔ جیل خانوں میں جا کر دیکھو کہ جرائم پیشہ لوگوں میں زیادہ تعداد کن کی ہے۔‘‘ یعنی جرائم پیشہ لوگ جو ہیں ان میں کن کی تعداد ہے آپ اس طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ جرائم پیشہ مسلمان زیادہ ہیں۔ گھانا میں ہمارے ایک منسٹر تھے۔ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں وہ بتایا کرتے تھے کہ ہماری میٹنگ ہو رہی تھی تو انہوں نے کہا کہ ہماری جیلوں میں زیادہ تعداد مسلمانوں کی ہے۔ انہوں نے کہا میں احمدی ہوں اور میں یہ چیلنج کرتا ہوں کہ ان مسلمانوں میں سے تم دیکھو گے کہ احمدی کوئی نہیں ہو گا یا احمدی ہوں گے تو اس نسبت کے لحاظ سے بالکل برائے نام اور جب جا کے جائزہ لیا گیا تو یہی بات صحیح نکلی۔ تو حقیقی مومن، حقیقی احمدی کی یہ نشانی ہے اور یہ پھر تبلیغ کا بہت بڑا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اگر اس چیز کو ہم اپنے سامنے رکھیں اور ہر معاملے میں، ہر عمل میں، اپنے کاروباروں میں، اپنی نوکریوں میں، اپنی روزمرہ کی لوگوں کے ساتھ dealing میں اپنے اعلیٰ اخلاق دکھلانے والے ہوں، اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے والے ہوں۔ تقویٰ دل میں پیدا کرنے کی کوشش کرنے والے ہوں، اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھنے والے ہوں تو پھر جہاں یہ ہماری اصلاح کا باعث بنے گی وہاں تبلیغ کا بھی ایک خاموش ذریعہ بن جاتی ہے۔

فرمایا ’’زنا، شراب اور اِتلافِ حقوق اور دوسرے جرائم اس کثرت سے ہو رہے ہیں کہ گویا یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ کوئی خدا نہیں۔ اگر مختلف طبقاتِ قوم کی خرابیوں اور نقائص پر مفصل بحث کی جاوے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جاوے۔ ہر دانشمند اور غور کرنے والا انسان قوم کے مختلف افراد کی حالت پر نظر کر کے اس صحیح اور یقینی نتیجہ پر پہنچ جاوے گا کہ وہ تقویٰ جو قرآن کریم کی علّت غائی تھا جو اکرام کا اصل موجب اور ذریعہ شرافت تھا آج موجود نہیں۔‘‘ قرآن کریم تو تقویٰ پیدا کرنا چاہتا تھا۔ یہی مقصد تھا قرآن کریم کا۔ وہ مسلمانوں میں مفقود ہو گیا۔ فرمایا کہ ’’عملی حالت جس کی اشد ضرورت تھی کہ اچھی ہوتی اور جو غیروں اور مسلمانوں میں مابہ الامتیاز تھی سخت کمزور اور خراب ہو گئی ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 4 ایڈیشن 1984ء)

اگر ایسی حالت ہو تو پھر کیا تبلیغ ہونی ہے اور پھر کیا مسلمانوں کا اثر دنیا پہ ہونا ہے اور اسی کا نتیجہ ہم آج کل دیکھ رہے ہیں اور اس کا حل احمدیوں کے پاس ہے۔ اگر ہم بھی بگڑ گئے تو پھر کون سنبھالے گا اور

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں وہ تو پورے ہونے ہیں لیکن ہم اگر ان میں شامل نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ اور قوموں کو کھڑا کر دے گا اور ان کے ذریعہ سے وعدے پورے کروا دے گا۔

جب ہمارے معاشرے کی یہ حالت ہو جائے جیسی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان کی ہے تو ہمیں کتنی فکر اپنے نیکی اور تقویٰ کے معیاروں کے لیے کرنی چاہیے اور کتنی فکر ہمیں اپنی نسلوں کی نیکی اور تقویٰ کے معیاروں کے لیے کرنی چاہیے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ

تقویٰ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ نہ اٹھایا جائے بلکہ ان سے فائدہ نہ اٹھاؤ گے تو یہ بھی تقویٰ سے دوری ہے۔

بعض نام نہاد بزرگ اور پیر فقیر دکھاوے کے لیے اپنی طرف سے سادہ لباس اور بدمزہ کھانا کھاتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ہم متقی ہیں۔ بڑے نیک ہیں۔ فرمایا کہ ’’یاد رکھو کہ انسان کو چاہئے کہ ہر وقت اور ہر حالت میں دعا کا طالب رہے اور دوسرے اَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ (الضحیٰ:12) پر عمل کرے۔ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی تحدیث کرنی چاہئے۔‘‘ ان کا ذکر کرنا چاہیے۔ ان کا اظہار ہونا چاہیے ’’اس سے خدا تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے۔ اور‘‘ نعمتوں کا اظہار ہو گا تو ’’اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔ تحدیث کے یہی معنے نہیں ہیں کہ انسان صرف زبان سے ذکر کرتا رہے بلکہ جسم پر بھی اس کا اثر ہونا چاہئے۔ مثلاً ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ وہ عمدہ کپڑے پہن سکتا ہے لیکن وہ ہمیشہ میلے کچیلے کپڑے پہنتا ہے اس خیال سے کہ وہ واجب الرحم سمجھا جاوے یا اس کی آسودہ حالی کا حال کسی پر ظاہر نہ ہو ایسا شخص گناہ کرتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم کو چھپانا چاہتا ہے اور نفاق سے کام لیتا ہے۔ دھوکا دیتا ہے اور مغالطہ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ مومن کی شان سے بعید ہے۔‘‘ مومن ایسا نہیں ہوتا ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب مشترک تھا‘‘ یعنی ہر چیز جو میسر تھی وہ آپ کیا کرتے تھے۔ یہ نہیں ہے کہ ایک طرف رجحان ہو گیا۔ اعلیٰ کپڑے ملے تو اعلیٰ کپڑے بھی پہنے۔ اگر نہیں تھے تو عام کپڑے بھی پہنے۔ فرمایا کہ ’’آپ کو جو ملتا تھا پہن لیتے تھے اعراض نہ کرتے تھے۔ جو کپڑا پیش کیا جاوے اسے قبول کر لیتے تھے لیکن آپؐ کے بعد بعض لوگوں نے اسی میں تواضع دیکھی کہ رہبانیت کی جزو ملا دی۔ بعض درویشوں کو دیکھا گیا کہ گوشت میں خاک ڈال کر کھاتے تھے۔‘‘ اپنے آپ کو درویش کہتے اور گوشت میں مٹی ڈال کر کھاتے ہیں۔ ’’ایک درویش کے پاس کوئی شخص گیا اس نے کہا اس کو کھانا کھلا دو۔‘‘ اس درویش نے اپنے مریدوں کو کہا کہ مہمان کو کھانا کھلا دو۔ ’’اس شخص نے‘‘ مہمان نے ’’اصرار کیا کہ میں تو آپ کے ساتھ ہی کھاؤں گا‘‘ میں پیر صاحب آپ کے ساتھ ہی کھاؤں گا۔ ’’آخر جب وہ اس درویش کے ساتھ کھانے بیٹھا تو اس کے لئے نیم کے گولے تیار کر کے آگے رکھے گئے۔‘‘

نیم ایک درخت ہے جس کے پتے بڑے کڑوے ہوتے ہیں اور نمولیاں لگتی ہیں وہ بھی بڑی کڑوی ہوتی ہیں۔ اس کا کھانا بنا کے اس کو کڑوا کھانا پیش کیا گیا۔ اس کا کوئی مزہ نہیں تھا۔ مزہ کیا؟ خطرناک قسم کا اس کا کڑوا مزہ تھا۔ فرمایا کہ ’’اس قسم کے امور بعض لوگ اختیار کرتے ہیں اور غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو اپنے با کمال ہونے کا یقین دلائیں۔ مگر اسلام ایسی باتوں کو کمال میں داخل نہیں کرتا۔

اسلام کا کمال تو تقویٰ ہے جس سے ولایت ملتی ہے، جس سے فرشتے کلام کرتے ہیں، خدا تعالیٰ بشارتیں دیتا ہے۔

ہم اس قسم کی تعلیم نہیں دیتے کیونکہ اسلام کی تعلیم کے منشا کے خلاف ہے۔ قرآن شریف تو کُلُوۡا مِنَ الطَّیِّبٰتِ۔‘‘ کہ پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ ’’کی تعلیم دے اور یہ لوگ طیب عمدہ چیز میں خاک ڈال کر غیر طیب بنا دیں۔ اس قسم کے مذاہب اسلام کے بہت عرصہ بعد پیدا ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اضافہ کرتے ہیں۔ ان کو اسلام سے اور قرآن کریم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ خود اپنی شریعت الگ قائم کرتے ہیں۔ میں اس کو سخت حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوہ حسنہ ہیں۔ ہماری بھلائی اور خوبی یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو آپ‘‘ صلی اللہ علیہ وسلم ’’کے نقش قدم پر چلیں اور اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں۔‘‘

یہ تو کھانے پینے کی بات ہے۔ پھر

روزمرہ کے اخلاق کی بات

جہاں تک آتی ہے فرمایا کہ ’’اسی طرح عورتوں اور بچوں کے ساتھ تعلقات‘‘ ہیں، لوگوں کے جو گھریلو رویے ہیں ان کے بارے میں بھی فرما دیا کہ ’’عورتوں اور بچوں کے ساتھ تعلقات اور معاشرت میں لوگوں نے غلطیاں کھائی ہیں اور جادۂ مستقیم سے بہک گئے ہیں۔‘‘ سیدھے راستے سے ہٹ گئے ہیں۔ ’’قرآن شریف میں لکھا ہے کہ عَاشِرُوۡھُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ (النساء: 20) مگر اب اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 43-44 ایڈیشن 1984ء)

معروف کیا کرنا ہے انہوں نے بلکہ بعض گھروں میں ظلم ہو رہے ہوتے ہیں۔ پس اچھے کپڑے پہننا اگر توفیق ہے، اچھے کھانے کھانا اگر توفیق ہے تقویٰ میں کمی نہیں کرتا بلکہ اضافہ کرتا ہے۔ نیز معاشرتی اخلاق کے بارے میں بھی بتایا کہ اپنی بیوی سے حسن سلوک کرنا یہ بھی ضروری ہے۔ اپنے بچوں کا خیال رکھنا، ان کی ضروریات پوری کرنا، ان کی صحیح تربیت کرنا یہ بھی ضروری ہے۔ یہ بھی تقویٰ ہے اور یہ قرآن کریم کا حکم ہے۔ پس حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی ضروری ہے۔

پھر آپؑ نے ایک بات بیان فرمائی کہ

متقی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور دیا جاتا ہے۔

اس بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ ’’حقیقی تقویٰ کے ساتھ جاہلیت جمع نہیں ہو سکتی۔ حقیقی تقویٰ اپنے ساتھ ایک نور رکھتی ہے جیسا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ فُرۡقَانًا وَّیُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ (الانفال:30) وَیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ نُوۡرًا تَمۡشُوۡنَ بِہٖ (الحدید:29) یعنی اے ایمان لانے والو! اگر تم متقی ہونے پر ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے اِتّقا کی صفت میں قیام اور استحکام اختیار کرو تو خدا تعالیٰ تم میں اور تمہارے غیروں میں فرق رکھ دے گا۔ وہ فرق یہ ہے کہ تم کو ایک نور دیا جائے گا جس نور کے ساتھ تم اپنی تمام راہوں میں چلو گے۔ یعنی وہ نور تمہارے تمام افعال اور اقوال اور قویٰ اور حواس میں آ جائے گا۔ تمہاری عقل میں بھی نور ہو گا اور تمہاری ایک اٹکل کی بات میں بھی نور ہو گا۔‘‘ کوئی غلط حرکت اس سے سرزد ہو ہی نہیں سکتی جو اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق چلنے والا ہو۔ اگر ہو گی بھی تو فوراً اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کی طرف توجہ بھی دلا دے گا۔ استغفار کرنے کی طرف اللہ تعالیٰ توجہ دلائے گا۔ فرمایا کہ ’’تمہاری ایک اٹکل کی بات میں بھی نور ہو گا اور تمہاری آنکھوں میں بھی نور ہو گا اور تمہارے کانوں اور تمہاری زبانوں اور تمہارے بیانوں اور تمہاری ہر ایک حرکت اور سکون میں نور ہو گا اور جن راہوں میں تم چلو گے وہ راہ نورانی ہو جائیں گی۔ غرض جتنی تمہاری راہیں، تمہارے قویٰ کی راہیں، تمہارے حواس کی راہیں ہیں وہ سب نور سے بھر جائیں گی اور تم سراپا نور میں ہی چلو گے۔‘‘

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 177-178)

جتنی تمہاری راہیں ہیں وہ نیکی کی طرف لے جانے والی راہیں ہوں گی۔ تمہارے قویٰ جو ہیں وہ بھی نیک کام کرنے والے ہوں گے۔ تمہاری سوچیں اور خیالات جو ہیں وہ بھی نیک ہو جائیں گی۔ بدیوں کے خیالات مٹ جائیں گے اور جب ایسا معاشرہ قائم ہوتا ہے تو پھر وہ یقیناً

تقویٰ پر چلنے والوں کا معاشرہ

ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ’’قانون قدرت قدیم سے ایسا ہی ہے کہ یہ سب کچھ معرفت کاملہ کے بعد ملتا ہے۔ خوف اور محبت اور قدر دانی کی جڑھ معرفت کاملہ ہے پس جس کو معرفت کاملہ دی گئی اس کو خوف اور محبت بھی کامل دی گئی۔ اور

جس کو خوف اور محبت کامل دی گئی اس کو ہر ایک گناہ سے جو بیباکی سے پیدا ہوتا ہے نجات دی گئی۔

پس ہم اِس نجات کے لئے نہ کسی خون کے محتاج ہیں اور نہ کسی صلیب کے حاجتمند اور نہ کسی کفارہ کی ہمیں ضرورت ہے بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں جو اپنے نفس کی قربانی ہے۔ جس کی ضرورت کو ہماری فطرت محسوس کر رہی ہے۔ ایسی قربانی کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے۔‘‘ نفس کی قربانی کرنا تقویٰ پر جانے کا باعث بنتا ہے اور اسی کا نام اسلام ہے۔ ’’اسلام کے معنے ہیں ذبح ہونے کے لئے گردن آگے رکھ دینا یعنی کامل رضا کے ساتھ اپنی روح کو خدا کے آستانہ پر رکھ دینا۔ یہ پیارا نام تمام شریعت کی روح اور تمام احکام کی جان ہے۔ ذبح ہونے کے لئے اپنی دلی خوشی اور رضا سے گردن آگے رکھ دینا کامل محبت اور کامل عشق کو چاہتا ہے اور کامل محبت کامل معرفت کو چاہتی ہے۔‘‘ جب تک کسی چیز کی معرفت نہ ہو محبت

پیدا نہیں ہوسکتی۔ ’’پس اسلام کا لفظ اِسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حقیقی قربانی کے لئے کامل معرفت اور کامل محبت کی ضرورت ہے نہ کسی اَور چیز کی ضرورت۔ اِسی کی طرف خدا تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے۔ لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ(الحج:38)۔ یعنی تمہاری (قربانیوں) کے نہ تو گوشت میرے تک پہنچ سکتے ہیں اور نہ خون بلکہ صرف یہ قربانی میرے تک پہنچتی ہے کہ تم مجھ سے ڈرو اور میرے لئے تقویٰ اختیار کرو۔‘‘

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 151-152)

پس یہ وہ تقویٰ کا معیار ہے جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے چاہتے ہیں۔ جو زمانے کے امام ہم سے چاہتے ہیں اور اس کی بار بار قرآن کریم میں تلقین کی گئی ہے اور اس کے حصول کے لیے رمضان کے مہینے میں روزوں کی فرضیت رکھی گئی ہے۔

خوش قسمت ہوں گے ہم میں سے وہ جو اس سوچ کے ساتھ کوشش کریں گے کہ یہ تقویٰ حاصل کرنے کے لیے رمضان کے بقیہ روزے ہم نے گزارنے ہیں

اور یا جو گزارے ہیں اللہ تعالیٰ کرے کہ وہ اس طرح ہی گزارے ہوں اور ہم نے اپنے ہر قول و فعل کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھالنا ہے۔

ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو آپ تو سید نہیں ہیں اور سید ایک امتی کی بیعت کس طرح کرسکتا ہے؟ بعض سید اور سیدوں کو اونچا مقام دینے والے اب بھی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سیدوں کا غیر معمولی مقام ہے تو سید کس طرح بیعت کرسکتا ہے غیر سید کی؟ اسی طرح آج کل بعض عربوں میں یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ مسیح موعود نے اگر آنا تھا تو عربوں میں سے آنا تھا، غیر عربوں سے کس طرح آ گیا۔ ہم کس طرح مان لیں؟ قرآن کریم پڑھتے ہیں لیکن غور نہیں کرتے جواب تو وہاں پہلے سے موجود ہے۔ یہ مقام اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں نے دینا ہوتا ہے۔ بندے نہیں ہیں جو اس مقام کی تقسیم کر رہے ہوں۔ بہرحال آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’خدا تعالیٰ نہ محض جسم سے راضی ہوتا ہے نہ قوم سے۔ اس کی نظر ہمیشہ تقویٰ پر ہے۔ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات:14)۔ یعنی اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ بزرگی رکھنے والا وہی ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو۔ یہ بالکل جھوٹی باتیں ہیں کہ میں سید ہوں یا مغل ہوں یا پٹھان اور شیخ ہوں۔ اگر بڑی قومیت پر فخر کرتا ہے تو یہ فخر فضول ہے۔ مرنے کے بعد سب قومیں جاتی رہتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے حضور قومیت پر کوئی نظر نہیں اور کوئی شخص محض اعلیٰ خاندان میں سے ہونے کی وجہ سے نجات نہیں پا سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو کہا ہے کہ اے فاطمہؓ تو اس بات پر ناز نہ کر کہ تُو پیغمبر زادی ہے۔ خدا کے نزدیک قومیت کا لحاظ نہیں۔‘‘ پس جب حضرت فاطمہؓ کے لیے یہ حکم ہے، یہ ارشاد ہے تو پھر اَور کون رہ جاتا ہے؟ فرمایا کہ ’’وہاں جو مدارج ملتے ہیں وہ تقویٰ کے لحاظ سے ملتے ہیں۔ یہ قومیں اور قبائل دنیا کا عرف اور انتظام ہیں۔ خدا تعالیٰ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

خدا تعالیٰ کی محبت تقویٰ سے پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ ہی مدارجِ عالیہ کا باعث ہوتا ہے۔

اگر کوئی سید ہو اور وہ عیسائی ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے اور خدا کے احکام کی بے حرمتی کرے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو آلِ رسول ہونے کی وجہ سے نجات دے گا۔ اور وہ بہشت میں داخل ہو جاوے گا۔ اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ (آل عمران:20)۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو سچا دین جو نجات کا باعث ہوتا ہے اسلام ہے۔ اگر کوئی عیسائی ہو جاوے یا یہودی ہو یا آریہ ہو وہ خدا کے نزدیک عزت پانے کے لائق نہیں۔ خدا تعالیٰ نے ذاتوں اور قوموں کو اڑا دیا ہے۔ یہ دنیا کے انتظام اور عرف کے لئے قبائل ہیں۔ مگر ہم نے خوب غور کرلیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور جو مدارج ملتے ہیں ان کا اصل باعث تقویٰ ہی ہے۔ جو متقی ہے وہ جنت میں جائے گا۔ خدا تعالیٰ اس کے لیے فیصلہ کر چکا ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک معزز متقی ہی ہے۔ پھر یہ جو فرمایا ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ (المائدہ:28) کہ اعمال اور دعائیں متقیوں کی قبول ہوتی ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ مِنَ السَّیِّدِیۡن۔ پھر متقی کے لیے تو فرمایا مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا۔ وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ (طلاق:3-4) یعنی متقی کو ہر تنگی سے نجات ملتی ہے۔ اس کو ایسی جگہ سے رزق دیا جاتا ہے کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اب بتاؤ کہ یہ وعدہ سیدوں سے ہوا ہے یا متقیوں سے۔ اور پھر یہ فرمایا ہے کہ متقی ہی اللہ تعالیٰ کے ولی ہوتے ہیں۔ یہ وعدہ بھی سیدوں سے نہیں ہوا۔ ولایت سے بڑھ کر اَور کیا رتبہ ہوگا۔ یہ بھی متقی ہی کو ملا ہے۔ بعض نے ولایت کو نبوت سے فضیلت دی ہے اور کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے بڑھ کر ہے۔ نبی کا وجود دراصل دو چیزوں سے مرکب ہوتا ہے۔ نبوت اور ولایت۔ نبوت کے ذریعہ وہ احکام اور شرائع مخلوق کو دیتا ہے اور ولایت اس کے تعلقات کو خدا سے قائم کرتی ہے۔

پھر فرمایا ہے۔ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۚۖۛ فِیۡہِ ۚۛ ہُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ (البقرہ:3) ھُدًی لِّلسَّیِّدِیۡنَ نہیں کہا۔ غرض خدا تعالیٰ تقویٰ چاہتا ہے۔ ہاں سید زیادہ محتاج ہیں کہ وہ اس طرف آئیں کیونکہ وہ متقی کی اولاد ہیں۔ اس لئے ان کا فرض ہے۔‘‘ کہ وہ تقویٰ اختیار کرنے کی کوشش کریں۔ نہ یہ کہ ان کا سید ہونا ان کو کوئی مقام دے رہا ہے۔ فرمایا کہ ’’اس لیے ان کا فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے آئیں نہ یہ کہ خدا تعالیٰ سے لڑیں کہ یہ سادات کا حق تھا۔ وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ (الجمعہ:5) یہ ایسی بات ہے کہ جیسے یہودی کہتے ہیں کہ بنی اسمٰعیل کو نبوت کیوں ملی۔ وہ نہیں جانتے تِلۡکَ الۡاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیۡنَ النَّاسِ۔ (آل عمران: 141) خدا تعالیٰ سے اگر کوئی مقابلہ کرتا ہے تو وہ مردود ہے۔‘‘ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ ایام ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ سے اگر کوئی مقابلہ کرتا ہے۔ تو وہ مردود ہے ’’وہ ہر ایک سے پوچھ سکتا ہے۔ اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 343 تا 345 ایڈیشن 1984ء)

پھر آپؑ اپنے دعویٰ پر الزام کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے اور آپؐ نے دعویٰ کیا تو اس وقت بھی لوگوں کی نظروں میں بہت سے یہودی عالم متقی اور پرہیز گار مشہور تھے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی متقی ہوں۔ خدا تعالیٰ تو ان متقیوں کا ذکر کرتا ہے جو اس کے نزدیک تقویٰ اور اخلاص رکھتے ہیں۔ جب ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سنا، لوگوں میں جو ان کی وجاہت تھی اس میں فرق آتا دیکھ کر رعونت سے انکار کر دیا اور حق کو اختیار کرنا گوارا نہ کیا۔ اب دیکھو کہ لوگوں کے نزدیک تو وہ بھی متقی تھے مگر ان کا نام حقیقی متقی نہیں تھا۔

حقیقی متقی وہ شخص ہے کہ جس کی خواہ آبرو جائے۔ ہزار ذلت آتی ہو۔ جان جانے کا خطرہ ہو فقر و فاقہ کی نوبت آئی ہو تو وہ محض اللہ تعالیٰ سے ڈر کر ان سب نقصانوں کو گوارا کرے لیکن حق کو ہرگز نہ چھپاوے۔

متقی کے یہ معنے جیسے آج کل کے مولوی عدالتوں میں بیان کرتے ہیں ہرگز نہیں ہیں کہ جو شخص زبان سے سب مانتا ہو خواہ اس کا عمل درآمد اس پر ہو یا نہ ہو اور وہ جھوٹ بھی بول لیتا ہو، چوری بھی کرتا ہو تو وہ متقی ہے۔‘‘ یعنی صرف مسلمان کہہ دینا تقویٰ نہیں ہے

’’تقویٰ کے بھی مراتب ہوتے ہیں اور جب تک کہ یہ کامل نہ ہوں تب تک انسان پورا متقی نہیں ہوتا۔

ہر ایک شے وہی کارآمد ہوتی ہے جس کا پورا وزن لیا جاوے۔ اگر ایک شخص کو بھوک اور پیاس لگی ہے تو روٹی کا ایک بھورا اور پانی کا ایک قطرہ لے لینے سے اسے سیری حاصل نہ ہوگی۔‘‘ مولوی لوگ اپنے آپ کی علمیت کا اظہار کرتے ہیں تو یہ ان کا تقویٰ نہیں ہے تقویٰ تو پیدا ہوتا ہے عمل سے۔ کسی کو مولوی کہنے سے یا اس کے بڑا عالم بننے سے تقویٰ نہیں پیدا ہو جاتا۔ فرمایا کہ ’’اگر ایک شخص کو بھوک اور پیاس لگی ہے تو روٹی کا ایک بھورا اور پانی کا ایک قطرہ لے لینے سے اسے سیری حاصل نہ ہوگی اور نہ جان کو بچا سکے گا جب تک پوری خوراک کھانے اور پینے کی اسے نہ ملے۔ یہی حال تقویٰ کا ہے کہ جب تک انسان اسے پورے

طور پر ہر ایک پہلو سے اختیار نہیں کرتا تب تک وہ متقی نہیں ہوسکتا۔ اور اگر یہ بات نہیں تو ہم ایک کافر کو بھی متقی کہہ سکتے ہیں کیونکہ کوئی نہ کوئی پہلو تقویٰ کا (یعنی خوبی)'' تو اس میں ہوگی ''اس کے اندر ضرور ہوگی۔'' کوئی نہ کوئی نیکی تو وہ کرتا ہی ہے جس سے وہ متقی تو نہیں بن جاتا۔ ''اللہ تعالیٰ نے محض ظلمت تو کسی کو پیدا نہیں کیا۔'' ساری برائیاں تو نہیں ہر ایک میں پیدا کیں۔ اچھائیاں بھی ہوتی ہیں '' مگر تقویٰ کی یہ مقدار اگر ایک کافر کے اندر ہو تو اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ کافی مقدار ہونی چاہئے جس سے دل روشن ہو۔'' جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ وہ اللہ کے بھی حق ادا کرنے والے ہوں اور بندوں کا حق بھی ادا کرنے والا ہو۔ ہر قسم کی خوبیاں اس میں ہوں۔ فرمایا ''خدا تعالیٰ راضی ہو اور ہر ایک بدی سے انسان بچ جاوے۔ بہت سے ایسے مسلمان ہیں کہ جو کہتے ہیں کیا ہم روزہ نہیں رکھتے۔ نماز نہیں پڑھتے وغیرہ وغیرہ مگر ان باتوں سے وہ متقی نہیں ہوسکتے۔ تقویٰ اَور شے ہے۔ جب تک انسان خدا تعالیٰ کو مقدم نہیں رکھتا اور ہر ایک لحاظ کو خواہ برادری کا ہو خواہ قوم کا خواہ دوستوں اور شہر کے رؤساء کا خدا تعالیٰ سے ڈر کر نہیں توڑتا اور خدا تعالیٰ کے لیے ہر ایک ذلت برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتا تب تک وہ متقی نہیں ہے۔ قرآن شریف میں جو بڑے بڑے وعدے متقیوں کے ساتھ ہیں وہ ایسے متقیوں کا ذکر ہے جنہوں نے تقویٰ کو وہاں تک نبھایا جہاں تک ان کی طاقت تھی۔ بشریت کے قویٰ نے جہاں تک ان کا ساتھ دیا برابر تقویٰ پر قائم رہے حتی کہ ان کی طاقتیں ہار گئیں۔ اور پھر خدا تعالیٰ سے انہوں نے اَور طاقت طلب کی جیسے کہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ سے ظاہر ہے۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ۔ یعنی اپنی طاقت تک تو ہم نے کام کیا اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ یعنی آگے چلنے کے لیے اَور نئی طاقت تجھ سے طلب کرتے ہیں۔ جیسے حافظ نے کہا ہے۔'' شاعر نے

''ما بداں منزل عالی نتوانیم رسید
ہاں اگر لطفِ شُما پیش نہد گامے چند''

کہ ہم اس عالی منزل تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ تمہاری مہربانی ساتھ نہ ہو۔

''پس

خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک متقی ہونا اَور شے ہے اور انسانوں کے نزدیک متقی ہونا اَور شے۔

مسیح علیہ السلام کے وقت جو مخالفوں کے جتھے وغیرہ بنتے تھے اس کا باعث بھی یہی تھا کہ جو عام لوگ یہود کے نزدیک مسلّم تھے اور متقی پرہیزگار تسلیم کیے جاتے تھے وہ مخالف تھے۔ اگر وہ مخالف نہ ہوتے تو جتھے وغیرہ نہ بنتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی یہی حال تھا۔ عُجب، بخل، ریا، نمود اور وجاہت کی پاسداری وغیرہ باتیں تھیں جنہوں نے حق کی قبولیت سے ان کو روکے رکھا۔ غرضیکہ تقویٰ مشکل شے ہے جسے اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے تو اس کی علامات بھی ساتھ ہی رکھ دیتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ حق جب ظاہر ہو تو جو اسے خواہ نخواہ رد کرتا ہے اور دلائل، معقولات، منقولات اور خدا تعالیٰ کے نشانوں کو ٹالتا جاوے وہ کب متقی ہوسکتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ حق جب ظاہر ہو تو اسے جو خواہ نخواہ رد کرتا ہے اور دلائل معقولات منقولات اور خدا تعالیٰ کے نشانات کو ٹالتا جاتا ہے وہ ہرگز متقی نہیں ہوسکتا۔ متقی کو تو ترساں اور لرزاں ہونا چاہیے۔''

اپنی بعثت کے ذکر میں فرماتے ہیں۔ ''کیا دنیا میں ایسا ہوا ہے کہ چوبیس سال سے برابر ایک انسان رات کو منصوبہ بناتا ہے اور صبح کو خدا کی طرف لگا کر کہتا ہے کہ مجھے یہ وحی یا الہام ہوا اور خدا تعالیٰ اس سے مواخذہ نہیں کرتا۔ اس طرح سے تو دنیا میں اندھیر پڑ جاوے اور مخلوق تباہ ہو جاوے۔ متقی تو ایک ہی بات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور یہاں تو ہزاروں ہیں۔ زمانہ الگ پکار رہا ہے۔ احادیث مِنۡکُمۡ مِنۡکُمۡ کہہ رہی ہیں۔ سورۂ نور میں بھی مِنۡکُمۡ لکھا ہے۔ قساوت قلبی اور بہائم کی طرح جو زندگی بسر ہو رہی ہے وہ الگ بتا رہی ہے۔ صدی کے سر پر کہتے تھے کہ مجدد آتا ہے۔ اب بائیس سال بھی ہوچکے۔'' اس وقت جب بیان دے رہے ہیں۔ اس وقت فرماتے ہیں۔ ''کسوف وخسوف بھی ہولیا۔ طاعون بھی آ گئی۔ حج بھی بند ہوا۔ ان سب باتوں کو دیکھ کر اگر اب بھی یہ لوگ نہیں مانتے تو ہم کیونکر جانیں کہ ان میں تقویٰ ہے۔'' یہ غیروں کو جواب ہے جو متقی ہونے کا اور نیک ہونے کا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کفر کے فتوے لگانے کی باتیں کرتے ہیں۔

اسی طرح لوگوں کو بھی ورغلاتے ہیں ان کو بھی خراب کر رہے ہیں۔

فرمایا ''ہم نے بار بار کہا کہ آؤ اور جن باتوں کا تم کو سوال کرنے کا حق پہنچتا ہے وہ پوچھو۔ ہاں یہ نہیں ہوگا کہ قرآن شریف تو کچھ کہے اور تم کچھ کہو اور ایسے اقوال پیش کرو جو اس کے مخالف ہوں۔ مسیح کا نزول جسمانی آسمان سے مانتے ہیں حالانکہ وہ تب صحیح ہوسکتا ہے جبکہ صعود اول ہو۔ قرآن مسیح کی وفات بیان کرتا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ چھت پھاڑ کر آسمان پر چلا گیا۔ کیا تقویٰ اس بات کا نام ہے کہ یقین کو ترک کر کے توہمات کی اتباع کی جاوے۔ سچے تقویٰ کا پتہ قرآن سے ملتا ہے کہ دیکھ لیوے کہ تقویٰ والوں نے کیا کیا کام کئے۔''

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 73 تا 76 ایڈیشن 1984ء)

تقویٰ کے حوالے سے جماعت کو نصیحت

کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''تقویٰ والے پر خدا کی ایک تجلّی ہوتی ہے۔ وہ خدا کے سایہ میں ہوتا ہے مگر چاہئے کہ تقویٰ خالص ہو اور اس میں شیطان کا کچھ حصہ نہ ہو ورنہ شرک خدا کو پسند نہیں اور اگر کچھ حصہ شیطان کا ہو تو خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ سب شیطان کا ہے۔'' فرمایا ''... ہم اپنی جماعت کو کہتے ہیں کہ صرف اتنے پر وہ مغرور نہ ہو جائے کہ ہم نماز روزہ کرتے ہیں یا موٹے موٹے جرائم مثلاً زنا، چوری وغیرہ نہیں کرتے۔ ان خوبیوں میں تو اکثر غیر فرقہ کے لوگ مشرک وغیرہ تمہارے ساتھ شامل ہیں۔'' یعنی وہ بھی نہیں کرتے یہ باتیں۔ ''تقویٰ کا مضمون باریک ہے اس کو حاصل کرو۔ خدا کی عظمت دل میں بٹھاؤ۔ جس کے اعمال میں کچھ بھی ریا کاری ہو خدا اس کے عمل کو واپس الٹا کر اس کے منہ پر مارتا ہے۔'' دکھاوے کے لئے عمل نہ ہو۔ ''متقی ہونا مشکل ہے مثلاً اگر کوئی تجھے کہے کہ تُو نے قلم چرایا ہے تو تُو کیوں غصہ کرتا ہے۔'' چھوٹی سی بات کی کسی نے کہہ دیا۔ تُو نے میرا قلم اٹھایا ہے تو وہ غصہ میں آ جائے تو یہ تقویٰ والوں کی نشانی نہیں ہے۔ صبر اور حوصلہ دکھانا چاہیے۔ فرمایا ''تیرا پرہیز تو محض خدا کے لیے ہے۔'' بچنا چاہیے تھا اس بات سے۔ غصہ سے بچنا چاہیے تھا۔ ''یہ طیش'' یہ غصہ ''اس واسطے ہوا کہ روبحق نہ تھا۔'' صحیح سچائی کی طرف تیرا قدم نہیں تھا۔ ''جب تک واقعی طور پر انسان پر بہت سی موتیں نہ آ جائیں وہ متقی نہیں بنتا۔ معجزات اور الہامات بھی تقویٰ کی فرع ہیں۔ اصل تقویٰ ہے۔ اس واسطے تم الہامات اور رؤیا کے پیچھے نہ پڑو بلکہ حصول تقویٰ کے پیچھے لگو۔'' یہ نہیں ہے کہ فلاں کو الہام ہوا، فلاں کو رؤیا ہوا۔ یہ دیکھو تقویٰ کیا ہے۔ ''جو متقی ہے اسی کے الہامات بھی صحیح ہیں اور اگر تقویٰ نہیں تو الہامات بھی قابل اعتبار نہیں۔ ان میں شیطان کا حصہ ہوسکتا ہے۔ کسی کے تقویٰ کو اس کے ملہم ہونے سے نہ پہچانو بلکہ اس کے الہاموں کو اس کی حالت تقویٰ سے جانچو اور انداز کرو۔ سب طرف سے آنکھیں بند کر کے پہلے تقویٰ کے منازل کو طے کرو۔'' فرمایا ''... جتنے نبی آئے سب کا مدعا یہی تھا کہ تقویٰ کا راہ سکھلائیں۔ اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ۔ (الانفال:35) مگر قرآن شریف نے تقویٰ کی باریک راہوں کو سکھلایا ہے۔ کمال نبی کا کمال امت کو چاہتا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے آنحضرتؐ پر کمالات نبوت ختم ہوئے۔ کمالات نبوت ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم نبوت ہوا۔ جو خدا تعالیٰ کو راضی کرنا چاہے اور معجزات دیکھنا چاہے اور خوارق عادت دیکھنا منظور ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی بھی خارق عادت بنا لے۔ دیکھو امتحان دینے والے محنتیں کرتے کرتے مدقوق کی طرح بیمار اور کمزور ہو جاتے ہیں۔ پس تقویٰ کے امتحان میں پاس ہونے کے لئے ہر ایک تکلیف اٹھانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جب انسان اس راہ پر قدم اٹھاتا ہے تو شیطان اس پر بڑے بڑے حملے کرتا ہے لیکن ایک حد پر پہنچ کر آخر شیطان ٹھہر جاتا ہے یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب انسان کی سفلی زندگی پر موت آ کر وہ خدا کے زیر سایہ ہو جاتا ہے۔... مختصر خلاصہ ہماری تعلیم کا یہی ہے کہ انسان اپنی تمام طاقتوں کو خدا کی طرف لگا دے۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 301-302 ایڈیشن 1984ء)

مختلف زاویوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں جو نصائح فرمائی ہیں وہ بعض حوالے میں نے پیش کیے ہیں تا کہ ہمیں تقویٰ کے مطلب اور اس کی گہرائی کا بھی علم ہو اور ہم جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے آپ کی جماعت میں شامل ہو کر تقویٰ کی حقیقی روح کو سمجھتے ہوئے اس پر چلنے والے بھی ہوں۔ رمضان کے ان بقیہ دنوں میں جس حد تک ممکن ہو ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ تقویٰ کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والے بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

☆...☆...☆

(الفضل انٹرنیشنل 13 مئی 2022ء)

ابو نائل

مسجد نبوی میں افسوسناک واقعہ اور مساجد کی حرمت

گذشتہ کچھ ہفتوں سے پاکستان کے سیاسی پس منظر پر جو مناظر دیکھنے کو ملے وہ سر کو شرم سے جھکانے کے لئے کافی تھے۔ پہلے ایک دوسرے کو غدار اور ایجنٹ قرار دینے کا سلسلہ شروع ہوا۔

اگر یہ طوفان بدتہذیبی یہاں تک محدود رہتا تو شاید اس مضمون کو سپرد قلم کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن حکومت پاکستان کے چند کارندوں کا مسجد نبوی میں موجود پاکستانیوں کے ایک گروہ نے ان کا پیچھا شروع کیا اور ''چور چور'' اور ''غدار غدار'' کے نعرے لگائے۔

ایک خام سی امید تھی کہ شاید اس موقع پر پوری قوم متحد ہو جائے۔ کیونکہ مسجد نبوی جیسے مقدس مقام پر ہلڑ بازی کی گئی تھی لیکن افسوس ایسا نہیں ہوا۔ ایک طبقہ نے اس کی شدید مذمت کی جبکہ دوسرے گروہ نے اسے عوامی ردعمل قرار دیا۔ اور اس پر مزید کج بحثی اور دشنام طرازی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اس قسم کے واقعات کا تاریخی تجزیہ کرنے سے قبل کچھ احادیث پیش کرنا ضروری ہیں تا کہ اس اعتبار سے مساجد کے آداب کا اندازہ ہو سکے۔

مساجد کے بارے میں احکامات

سب سے پہلے اس حکم کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ مساجد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور نماز ادا کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں۔ یہاں پر دنیاوی کام خواہ وہ ضروری نوعیت کے ہوں کرنا منع ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حَيْوَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلَى شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهَذَا

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی مسجد میں کسی آدمی کو اپنی گمشدہ چیز کو بلند آواز کے ساتھ تلاش کرتے ہوئے سنے تو اسے کہنا چاہیے کہ اللہ کرے تیری یہ چیز نہ ملے کیونکہ یہ مسجدیں اس لئے نہیں بنائی گئیں۔ (صحیح مسلم،کتاب المساجد)

اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد میں جھگڑا کرنا اور آواز کو بلند کرنا سختی سے منع ہے۔ جیسا کہ سنن ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے

حدثنا احمد بن یوسف السلمی، حدثنا مسلم بن إبراهيم، حدثنا الحارث بن نبهان، حدثنا عتبة بن يقظان، عن ابی سعيد، عن مكحول، عن واثلة بن الاسقع، ان النبی صلی الله علیه وسلم قال:'' جنبوا مساجدكم صبيانكم، ومجانينكم، وشراءكم، وبيعكم، وخصوماتكم، ورفع اصواتكم، وإقامة حدودكم، وسل سيوفكم، واتخذوا على ابوابها المطاهر، وجمروها فی الجمع

ترجمہ: واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنی مسجدوں کو بچوں، پاگلوں خرید و فروخت کرنے والوں، اور اپنے جھگڑوں، زور زور بولنے، حدود قائم کرنے اور تلواریں کھینچنے سے محفوظ رکھو، اور مسجدوں کے دروازوں پر طہارت خانے بناؤ، اور جمعہ کے روز مسجدوں میں خوشبو جلایا کرو۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد ولجماعات، بَابُ: مَا یُکْرَہُ فِی الْمَسَاجِدِ)

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد میں جھگڑنا اور اونچی آواز میں بات تک کرنا منع ہے۔ اسی طرح مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اعتکاف کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمے میں تھے کہ آپ نے سنا لوگ اونچی آواز سے قرأت کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمے کا پردہ ہٹایا اور فرمایا: خبردار تم میں سے ہر شخص اپنے رب کے ساتھ مناجات کر رہا ہے لہٰذا کوئی کسی کو تکلیف نہ دے۔ اور اپنی قرأت کی آواز بلند نہ کرے''

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد میں اونچی آواز سے تلاوت کرنا بھی منع ہے تا کہ نماز میں کسی نمازی کی توجہ میں فرق نہ آئے۔ ان احادیث نبویہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مسجد میں تو اونچی آواز سے بات کرنا یا تلاوت کرنا بھی منع ہے اور مساجد میں دنیاوی امور کی بجا آوری بھی ناپسندیدہ ہے۔ تو مسجد نبوی میں سیاسی نعرے مارنا اور ایک خاتون پر آوازیں کسنا، کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔ اور یہ حرکت اس سیاسی پارٹی کے حامیوں نے کی ہے جو کہ اس بات کی دعویدار ہے کہ وہ پاکستان میں مدینہ کی ریاست قائم کرے گی۔ یقینی طور پر اس مذموم حرکت سے اس مقدس مقام کا تقدس مجروح کیا گیا ہے اور مختلف حلقوں کی طرف سے اس کی مذمت بھی کی جارہی ہے۔

اس پس منظر میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ ہر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت کرتا ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہوا کہ ایک دن میں ایک طبقہ کے دل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کا احترام اس طرح اٹھ گیا کہ انہوں نے اس مقدس مقام کو سیاسی نعرے بازی اور ہلڑ بازی کے لئے استعمال کیا۔ اور بعض بیان دینے والوں نے تو یہ انتہا کی کہ اسے عوامی ردعمل قرار دے کر جواز مہیا کرنے کی کوشش تا کہ آئندہ بھی جس کا دل چاہے مسجد نبوی میں اپنے سیاسی مخالفین کو گھیر کر اس طرح کی بدتمیزی کا مظاہرہ کریں۔ کوئی بھی معاشرہ ایک روز میں اتنی گراوٹ کا شکار نہیں ہوتا۔ اور خاص طور پر اسلام میں تو دوسرے مذاہب کی عبادتگاہوں کا احترام بھی سکھایا گیا ہے۔ جب مسلمانوں کو اپنے دفاع میں جنگ کی اجازت دی گئی تو اس کا عبادتگاہوں کی حفاظت سے گہرا تعلق تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ (حج :41)

ترجمہ: یعنی وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا۔ محض اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہمارا رب ہے۔ اور اگر اللہ کی طرف سے لوگوں کا دفاع ان میں سے بعض کو بعض دوسروں سے بھڑا کر نہ کیا جاتا تو راہب خانے منہدم کر دیئے جاتے اور گرجے بھی اور یہود کے معابد بھی اور مساجد بھی جن میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور یقیناً ضرور اللہ اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بہت طاقت والا اور کامل غلبہ والا ہے۔

آج کل جب کہ اس افسوسناک واقعہ پر بحث عروج پر ہے۔ پوری قوم کی توجہ اس طرف مبذول ہونی چاہیے کہ یہ دن کیوں دیکھنا پڑا کہ پاکستانی مسلمان جمع ہو کر مسجد نبوی جیسے مقدس مقام پر سیاسی نعرے بازی

کریں۔مزاجوں میں یہ پستی ایک دن میں نہیں پیدا ہوتی۔ برسوں کی غلطیوں کی پاداش میں یہ سیاہ دن دیکھنا پڑتا ہے۔اس مضمون کا مقصد یہ نہیں ہے کہ یہ تعین کیا جائے کہ غلطی کس کی ہے یا کسی سیاسی بحث میں الجھا جائے۔لیکن ایک بات تو حتمی ہے کہ کسی کی غلطی تو ہے۔اور جن کی بھی غلطی ہے وہ پاکستانی ہیں۔

پاکستان بننے کے بعد یہ سلسلہ کس طرح شروع ہوا تھا

یہ ایک المیہ ہے کہ پاکستان بننے کے کچھ ہی عرصہ بعد مساجد کو سیاسی اور مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرنے اور ان کی بے حرمتی کرنے کے سلسلہ کا آغاز ہو گیا تھا۔پاکستان بننے کے بعد سب سے پہلے جن مساجد کو نشانہ بنایا گیا وہ جماعت احمدیہ کی مساجد تھیں۔چنانچہ 13 مئی 1951ء کو سمندری ضلع لائل پور میں احمدیوں کی ایک مسجد پر حملہ کر کے اسے نذر آتش کرنے کے علاوہ وہاں پر موجود لوگوں کو زد وکوب بھی کیا گیا۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب 1953 صفحہ 30-31)

جماعت احمدیہ کے خلاف یہ شورش جو کہ مارچ 1953 کو اپنے عروج پر پہنچی، اس میں صرف جماعت احمدیہ کی مساجد پر حملے نہیں کئے گئے بلکہ مخالفین نے اپنی مساجد کو بھی نہ صرف سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا بلکہ ان کو فسادات پھیلانے کے لئے اور اغوا اور قتل و غارت جیسی مذموم حرکات کے لئے استعمال کر کے ان کی بے حرمتی کی گئی۔ان فسادات کا مرکز لاہور تھا۔اور پنجاب سے باہر اس شورش کو بہت کم پذیرائی ملی تھی۔جب مارچ کے شروع میں ان فسادات نے شدت اختیار کی تو اس کا مرکز اندرون لاہور میں مسجد وزیر خان میں منتقل ہو گیا۔اندرون شہر میں واقع ہونے کی وجہ سے یہاں تک پولیس کی بھاری نفری کے لئے پہنچنا آسان نہیں تھا۔اُس وقت ابو الحسن محمد احمد قادری اس مسجد کے امام تھے۔جماعت احمدیہ کے خلاف شورش برپا کرنے کے لئے جو مجلس عمل بنائی گئی تھی، یہ صاحب اس کے رکن تھے۔جب 1953ء کے فسادات نے زور پکڑا تو لاہور میں عبد الستار نیازی صاحب اس کے نمایاں لیڈر بن کر سامنے آئے اور انہوں نے مسجد وزیر خان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنا لیا۔

مسجد کے لاؤڈ سپیکروں کو استعمال کر کے رات کو اس قسم کا شور اہل شہر کو سنایا جاتا، جس سے لوگ یہ محسوس کریں جیسے کوئی بہت بڑا مجمع وہاں سے روانہ ہو رہا ہے اور شہر میں دہشت پھیلے۔اور اس مرحلہ پر مخالفین جماعت نے سائیکلوسٹائل کرا کے ایسے خطوط تقسیم کئے جن میں مطالبات تسلیم نہ ہونے کی صورت میں وفاقی وزراء کو قتل کرنے کی دھمکیاں دی گئی تھیں۔

جب فسادات عروج پر پہنچ رہے تھے تو ڈی ایس پی پولیس فردوس علی شاہ صاحب کو اطلاع ملی کہ مفسدین دو اسسٹنٹ سب انسپکٹروں یعنی منظور الحق صاحب اور محمد صادق صاحب کو اغوا کر کے مسجد وزیر خان لے گئے ہیں۔ان حالات میں جب فردوس علی شاہ صاحب پولیس کی ایک نفری کے ساتھ مسجد کی طرف بڑھ رہے تھے تو مفسدوں کا ایک ہجوم ان کے سامنے آیا،انہوں نے ان دو پولیس افسروں کے متعلق سوال کیا کہ وہ کہاں ہیں،اس پر مشتعل ہجوم نے ان پر حملہ کر دیا اور چھروں اور چاقوں سے زخمی کر کے شہید کر دیا۔اس کے بعد مسجد وزیر خان اور اس کے ارد گرد کا علاقہ حکومت کے قابو سے نکل چکا تھا اور کوئی ذمہ دار وہاں پر جانے کو تیار نہیں تھا۔اور لاہور کی دیواروں پر اشتہار شائع کئے گئے جس میں پولیس سے کہا گیا تھا کہ وہ ہتھیار ڈال دیں کیونکہ حکومت کے خلاف جہاد شروع ہو چکا ہے۔اور مودودی صاحب کا وقف یہ تھا کہ ملک میں خانہ جنگی شروع ہو چکی ہے۔اور 5 مارچ تک یہ حالات ہو چکے تھے جس کے متعلق تحقیقاتی عدالت رپورٹ میں لکھا ہے:

''جتنا دن چڑھتا گیا۔حادثے پر حادثہ رونما ہوتا گیا۔پولیس اور احمدیوں پر حملے کئے گئے۔اور حکومت اور احمدیوں کے اموال و جائیداد کو آگ لگانے اور لوٹنے کا ہنگامہ جاری رہا۔''

اور ایک سفارتکار نے اپنی حکومت کو یہ رپورٹ بھجوائی کہ جب عبد الستار نیازی صاحب کاسنی رنگ کا چوغہ اور سبز رنگ کی پگڑی پہن کر مسجد وزیر خان کے مینارے سے اترتے تو یہ افواہ پھیلائی جاتی کہ (نعوذُباللّٰہ) یہ اگلے جہاں میں رسول اللہ اور اس شورش میں مارے جانے والے لوگوں کے ساتھ کھانا تناول کر کے اتر رہے ہیں۔لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ

(The Ahmadis and Politics of Religious exclusion in Pakistan , by Ali Usman Qasmi, published by Anthem Press 2014 , page 102 -115)

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب صفحہ 157 تا 167)

سیاسی مقاصد کے لئے مساجد کا مذموم استعمال

یہ تھا اس سلسلہ کا دردناک آغاز کہ مساجد کو اللہ کے ذکر کی بجائے فتنہ و فساد، بغاوت اور قتل و غارت کے لئے استعمال کیا جائے۔یہ مذموم حرکات احمدیوں کو نشانہ بنانے کے لئے شروع کی گئیں لیکن پھر ان کا سلسلہ رک نہ سکا۔کیا ان حرکات کے ساتھ دلوں میں مساجد کا احترام باقی رہ سکتا تھا؟ یہی تاریخ 1974 میں دہرائی گئی۔اور مساجد کو مرکز بنا کر احمدیوں کے خلاف فسادات اور قتل و غارت کو ہوا دی گئی۔ان تفاصیل کا ذکر چھوڑتے ہوئے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ یہ مذموم طریقہ صرف جماعت احمدیہ کی مخالفت تک محدود نہیں رہا بلکہ مختلف سیاسی جماعتوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے لئے مساجد کو بے دردی سے استعمال کیا اور ان کا تقدس مجروح کیا۔

چنانچہ جب 1977ء میں پاکستان میں عام انتخابات ہوئے تو وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو صاحب اور ان کی جماعت پیپلز پارٹی کے مدمقابل سیاسی اتحاد قومی اتحاد نے انتخابی نتائج کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔اور بھٹو صاحب کی حکومت کے خلاف تحریک کا آغاز کیا۔جب قومی اتحاد کے جلسے اور جلوسوں پر پابندی لگائی گئی تو قومی اتحاد نے، جس میں مذہبی جماعتیں بھی شامل تھیں، مساجد کو سیاسی مقاصد اور سیاسی احتجاج کے لئے استعمال کیا۔ان کا ایک مقصد یہ تھا کہ ان کی سیاسی تحریک کو مذہبی رنگ مل جائے اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ حکومت ان پر ہاتھ نہ ڈال سکے۔جب مساجد کو مرکز بنا کر سیاسی شورش برپا کرنے کا سلسلہ آگے بڑھا تو حکومت نے اس کو روکنے کا فیصلہ کیا۔چنانچہ 31 مارچ کو پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں نے مساجد میں داخل ہو کر گرفتاریاں کیں تو اس پر شدید احتجاج کیا گیا کہ مساجد کے تقدس کو مجروح کیا گیا ہے۔

(Pakistan between mosque and military , by Hussain Haqqani, page 110)

(Religious Motivation behind Political Movement: A Case Study of Nizam-e-Mustafa Movement, by Rizwan Ullah Kokab ,Muhammad Arif Khan , Pakistan Vision Vol. 19 No. 127 -134)

مزار بھی قتل و غارت کی زد میں

جب اس طرح مقدس اور مذہبی مقامات کا احترام ختم کر دیا جائے تو پھر کوئی بھی محفوظ نہیں رہتا۔کسی فرقہ اور مسلک کے مذہبی مقامات محفوظ نہیں رہتے۔اور تو اور فوت شدہ ہستیاں بھی محفوظ نہیں رہتیں۔چنانچہ پاکستان میں بار بار مختلف مزاروں کو خودکش دھماکوں کا نشانہ بنایا گیا۔قیمتی انسانی جانوں کا ضیاع بھی ہوا اور ان مزاروں کا احترام بھی مجروح ہوا۔مارچ 2005ء میں پیر راخیل شاہ پر حملہ ہوا اور 46 لوگوں کی ہلاکت ہوئی۔مئی 2005ء میں بری امام پر حملہ ہوا اور 20 لوگ ہلاک ہوئے۔جولائی 2010ء میں داتا دربار پر دھماکہ کیا گیا اور 42 لوگ ہلاک ہوئے۔اکتوبر 2010ء میں پاکپتن میں بابا فرید گنج شکر کے مزار پر دھماکہ ہوا اور 5 افراد مارے گئے۔اکتوبر 2010ء میں ہی کراچی میں عبد اللہ شاہ غازی کے مزار پر دھماکہ ہوا اور 8 افراد ہلاک ہوئے۔2013ء میں ڈیرہ غازی خان میں سخی سرور کے مزار کے نزدیک دھماکہ ہوا اور 41 افراد ہلاک ہوئے۔فروری 2013ء میں غلام شاہ غازی پر حملہ ہوا اور 8 افراد اس کا نشانہ بنے۔نومبر 2016ء میں شاہ نورانی پر حملہ ہوا اور 52 آدمی جان کی بازی ہار بیٹھے۔جون 2016ء میں شمالی پاکستان میں ایک مزار کو نشانہ بنایا گیا اور 61 افراد مارے گئے۔فروری 2017 میں لال شہباز قلندر کے مزار پر حملہ ہوا اور 88 افراد اس میں مارے گئے۔اس عمل نے اتنی ذہنی پستی پیدا کر دی ہے کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم بزرگان کی عظمت کا خیال بھی نہیں کیا گیا۔

جماعت احمدیہ کی مساجد پر حملوں کا جاری سلسلہ

اسی طرح بار بار پاکستان میں مختلف فرقوں کی مساجد کو دھماکوں کا نشانہ بنایا گیا۔جس طرح حال ہی میں 22 مارچ کو پشاور میں شیعہ احباب کی ایک مسجد میں دھماکہ کیا گیا اور اس میں 58 افراد کا خون بہایا گیا۔اگر 1884ء سے اب تک صرف احمدیوں کی ان مساجد کا ذکر کیا جائے جنہیں منہدم کیا گیا تو اب تک جماعت احمدیہ کی 31 مساجد منہدم کی گئی ہیں۔اس عرصہ میں 43 مساجد کو قانون نافذ کرنے والے اداروں نے سربمہر کر دیا۔28 مساجد کو آگ لگائی گئی یا اسے نقصان پہنچایا گیا۔ان سالوں میں 18 پر زبردستی حملہ کر کے قبضہ کر لیا گیا۔احمدیوں کی 60 مساجد کی تعمیر کو روکا گیا۔کیا ان نام نہاد کارناموں کو سرانجام دینے کے بعد یہ آگ احمدیوں تک محدود رہی۔نہیں یہ آگ پھیلتی رہی اور مختلف مسالک کی مساجد اور مذہبی مقامات اس کی زد میں آتے گئے اور اب اتنی ذہنی پستی پیدا ہو چکی ہے کہ کچھ پاکستانیوں نے مسجد نبوی کی عظمت کا لحاظ بھی نہیں کیا اور اپنی ہلڑ بازی اور سیاسی نعروں سے اس مقدس مقام کا تقدس پامال کیا۔اب ضرورت اس بات کی ہے کہ پوری قوم اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور یہ سوچے کہ آخر ان غلطیوں کا آغاز کہاں سے ہوا تھا؟

فرصت ہے کسے جو سوچ سکے پس منظر ان افسانوں کا
کیوں خواب طرب سب خواب ہوئے کیوں خون ہوا ارمانوں کا

طاقت کے نشے میں چور تھے جو توفیق نظر جن کو نہ ملی
مفہوم نہ سمجھے وہ ناداں قدرت کے لکھے فرمانوں کا

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

آج کی دعا

اللہ تعالیٰ کی مکمل ستاری اور مغفرت کے حصول کی دعا

اَللّٰھُمَّ اسۡتُرۡ عَوۡرَاتِیۡ، وَاٰمِنۡ رَوۡعَاتِیۡ، اَللّٰھُمَّ احۡفَظۡنِیۡ مِنۡ بَیۡنِ یَدَیَّ، وَمِنۡ خَلۡفِیۡ، وَعَنۡ یَّمِیۡنِیۡ، وَعَنۡ شِمَالِیۡ، وَمِنۡ فَوۡقِیۡ، وَأَعُوۡذُ بِعَظَمَتِكَ أَنۡ أُغۡتَالَ مِنۡ تَحۡتِیۡ۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب باب ماذا یقول اذا اصبح۔ حدیث نمبر: 5074)

ترجمہ: اے اللہ! میرے ننگ کو ڈھانپ دے (میرے عیب چھپا دے) اور میرے اندیشوں کو امن میں بدل دے۔ اے اللہ میری حفاظت فرما (ان خطرات سے) جو میرے آگے ہیں اور جو میرے پیچھے ہیں۔ جو میرے دائیں ہیں اور جو میرے بائیں ہیں اور جو میرے اوپر ہیں اور مَیں تیری عظمت کی پناہ میں آتا ہوں (ان خطرات سے) جو مجھے نیچے سے اچک لیں۔

یہ سید و مولیٰ، خیر البشر، رحمۃ للعالمین، آقائے دو جہاں، پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی اللہ تعالیٰ کی مکمل ستاری اور مغفرت کے حصول کی اہم دعا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ شام کو اور صبح کے وقت مندرجہ بالا دعا نہ چھوڑا کرتے تھے ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔

ہمارے پیارے قابل صد احترام آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں

پس اللہ تعالیٰ کی صفت ستّار کے حوالے سے اس سے مستقل یہ دعا مانگتے رہنا چاہئے کہ ہمیں اپنی ستّاری کی چادر میں ڈھانپ لے۔ آنحضرت ﷺ نے جو دعائیں سکھائیں ان کے بارہ میں ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت جُبَیر بِن مُطعَمؓ روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت ابن عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ ان دعاؤں کو کبھی ترک نہیں کرتے تھے۔ جو یہ ہیں کہ اے اللہ میرے ننگ کو ڈھانپ دے اور میرے اندیشوں کو امن میں بدل دے۔ اے اللہ میری حفاظت فرما (ان خطرات سے) جو میرے آگے ہیں اور جو میرے پیچھے ہیں۔ جو میرے دائیں ہیں اور جو میرے بائیں ہیں اور جو میرے اوپر ہیں اور مَیں تیری عظمت کی پناہ میں آتا ہوں (ان خطرات سے) جو مجھے نیچے سے اچک لیں۔

(ابوداؤد۔ کتاب الادب باب ماذا یقول اذا اصبح۔ حدیث نمبر 5074)

یہ اللہ تعالیٰ کی مکمل ستاری اور مغفرت کی دعائیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے تو آپؐ کی ہر قسم کی حفاظت کے، ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کے اللہ تعالیٰ کے وعدے تھے۔ بلکہ آپؐ نے فرمایا کہ میرا تو شیطان بھی مسلمان ہو گیا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب صفات المنافقین واحکامھم باب تحریش الشیطان… حدیث: 7110)

یہ دعائیں تو اصل میں ہمیں سکھائی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس روح کو سمجھتے ہوئے ان دعاؤں کو پڑھنے کی توفیق بھی عطا فرمائے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبہ جمعہ 27 مارچ 2009ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

فقہی کارنر

تعداد ازدواج، حکم نہیں بلکہ اجازت ہے

ایک شخص نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی خدمت میں یہ اعتراض پیش کیا کہ اسلام میں جو چار بیویاں رکھنے کا حکم ہے یہ بہت خراب ہے اور ساری بد اخلاقیوں کا سر چشمہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

چار بیویاں رکھنے کا حکم تو نہیں دیا بلکہ اجازت دی ہے کہ چار تک رکھ سکتا ہے اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ چار ہی کو گلے کا ڈھول بنا لے۔ قرآن کا منشاء تو یہ ہے کہ چونکہ انسانی ضروریات مختلف ہوتی ہیں اس واسطے ایک سے لیکر چار تک اجازت دی ہے ایسے لوگ جو ایک اعتراض کو اپنی طرف سے پیش کرتے ہیں اور پھر وہ خود اسلام کا دعوٰی بھی کرتے ہیں مَیں نہیں جانتا کہ ان کا ایمان کیسے قائم رہ جاتا ہے۔ وہ تو اسلام کے معترض ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ ایک مقنن کو قانون بنانے کے وقت کن کن باتوں کا لحاظ ہوتا ہے۔ بھلا اگر کسی شخص کی ایک بیوی ہے اسے جذام ہو گیا ہے یا آتشک میں مبتلا ہے یا اندھی ہو گئی ہے یا اس قابل ہی نہیں کہ اولاد اس سے حاصل ہو سکے وغیرہ وغیرہ عوارض میں مبتلا ہو جاوے تو اس حالت میں اب اس خاوند کو کیا کرنا چاہیئے؟ کیا اسی بیوی پر قناعت کرے؟ ایسی مشکلات کے وقت کیا تدبیر پیش کرتے ہیں۔ بھلا اگر وہ کسی قسم کی بدمعاشی زنا وغیرہ میں مبتلا ہو گئی تو کیا اب اس خاوند کی غیرت تقاضا کرے گی کہ اسی کو اپنی پرعصمت بیوی کا خطاب دے رکھے؟ خدا جانے یہ اسلام پر اعتراج کرتے وقت اندھے کیوں ہو جاتے ہیں۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ مذہب ہی کیا ہے جو انسانی ضروریات کو ہی پورا نہیں کر سکتا۔ اب ان مذکورہ حالتوں میں عیسویت کیا تدبیر بتاتی ہے؟ قرآن شریف کی عظمت ثابت ہوتی ہے کہ انسانی کوئی ایسی ضرورت نہیں جس کا پہلے سے ہی اس نے قانون نہ بنا دیا ہو۔ اب تو انگلستان میں بھی ایسی مشکلات کی وجہ سے کثرت ازدواج اور طلاق شروع ہوتا جاتا ہے۔ ابھی ایک لارڈ کی بابت لکھا تھا کہ اس نے دوسری بیوی کر لی آخر اسے سزا بھی ہوئی مگر وہ امریکہ میں جا رہا۔ غور سے دیکھو کہ انسان کے واسطے ایسی ضرورتیں پیش آتی ہیں یا نہیں کہ یہ ایک سے زیادہ بیویاں کر لے جب ایسی ضرورتیں ہوں اور ان کا علاج نہ ہو تو یہی نقص ہے جس کے پورا کرنے کو قرآن شریف جیسی اتم اکمل کتاب بھیجی ہے۔

(الحکم 28 فروری 1903ء صفحہ 15)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

غروب آفتاب	طلوع فجر	16 مئی 2022ء	
18:52	04:18		مکہ مکرمہ
18:59	04:11	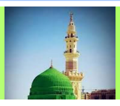	مدینہ منورہ
19:19	03:58		قادیان
18:59	03:38		ربوہ
20:48	03:42		اسلام آباد ٹلفورڈ

ایک سبق آموز بات

نظر بٹو

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ”میں دیکھتا ہوں کہ اولیاء اللہ میں کسی ایسی بات کا ہونا بھی سنت اللہ میں چلا آتا ہے جیسا کہ خوبصورت بچے کو جب ماں عمدہ لباس پہنا کر باہر نکالتی ہے تو اس کے چہرے پر سیاہی کا داغ بھی لگا دیتی ہے تا کہ وہ نظر بد سے بچا رہے۔ ایسا ہی خدا بھی اپنے پاکیزہ بندوں کے ظاہری حالات میں ایک ایسی بات رکھ دیتا ہے جس سے بدلوگ اس سے دور رہیں اور صرف نیک ہی اس کے گرد جمع رہیں۔ سعید آدمی چہرے کی اصلی خوبصورتی کو دیکھتا ہے اور شقی کا دھیان اس داغ کی طرف رہتا ہے۔“ (ملفوظات جلد ہشتم صفحہ 209-210)

مرسلہ: ناصرہ احمد، کینیڈا